



1975

# افتخارِ دہلی



سودا



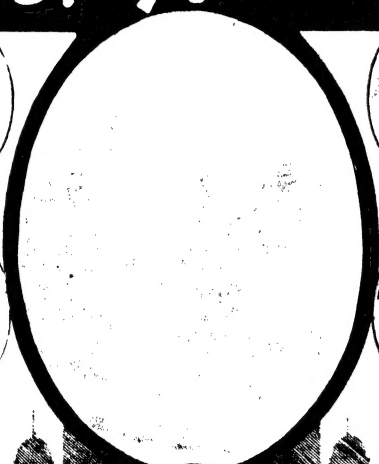
حالی



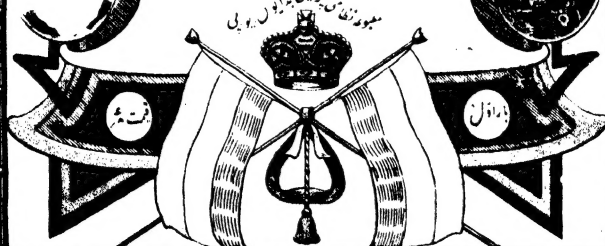
غائب



غفر



اُن نظموں کا مجموعہ جو دہلی کی بربادی پر لکھی گئیں  
مجموعہ نظمیں برائے دہلی





فریادِ ملی

معروف بہ

# انقلابِ ملی

مرتبہ

نظامی بدلیونی

۱۹۳۱ء



ٹائٹل بیج کے ڈیزائن اور کتاب ہذا کی تالیف کے حقوق  
حق نظامی پریٹن میں محفوظ ہیں



# مقدمہ کتاب انقلاب دہلی

(مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کے قلم سے)

## تصویر حروف

یعنی

## مختصر مقدمہ انقلاب دہلی

اللہ کی حمد و ثناء کے بعد بندہ کو یہ لکھنا ہو کہ جناب مولانا نظام الدین حسین نظامی ساکن بڑاویں مشریف اخبار ذوالقرنین کے ایڈیٹر اور مشہور و نفیس کتابوں کے شایع کرنے والے نے ایک نہایت ضروری اور مفید کتاب تیار کی جو جس کو میں تاریخ انقلاب دہلی تصور کرتا ہوں۔

مولانا کو تاریخ سے خاص دلچسپی معلوم ہوتی ہے ان کے اخبار کا نام اسکی شہادت دیتا ہے مگر یہ کتاب تاریخ بھی ہے۔ مرتبہ اور نوچ بھی ہے۔ نظم و شعر کا ایک عمدہ گلدستہ بھی ہے اور آنے والی نسلوں کے لئے ان کی تہذیب کی تصویر بھی ہے جو

کچھ مدت گئی اور باقی مٹ رہی ہو۔

بدایوں اور دہلی کا تعلق ساڑھے چھ سو برس کا پرانا تعلق ہے۔ کیونکہ بدایوں نے اپنا ایک لال (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی) دہلی کو اس وقت دیا تھا جب دہلی میں فاتح ہندوستان سلطان شہاب الدین محمد غوری کے غلام حکومت کر رہے تھے۔ اور دہلی اسلامی شہنشاہیت کا دل اور بدایوں قبرِ سلام تھا۔ لیکن یہ کتاب اُس زمانہ کو یاد دلاتی ہے جب غلاموں کے بعد خلجی آچکے اور خلجیوں کے بعد تغلقوں کا زمانہ بھی ختم ہوا۔ اور سید پر لودی بھی حکومت کر چکے اور تیمور و بابر نے مغلی سلطنت کی بنیاد بھی ڈال لی۔ اور ان کے خاندان کا نوال بھی کمال کو پہنچ گیا۔

یعنی ابو ظفر سراج الدین محمد بابر شاہ آخری شہنشاہ دہلی کے زمانہ کی باتیں ہیں۔ سلسلہ کے مشہور غدر کی حکایتیں ہیں۔ یہ زمانہ مسلمانوں کی حکومت اور مسلمانوں کی تہذیب اور مسلمانوں کی ہر چیز کے ختم ہونے کا زمانہ تھا۔ اور ایسا انقلابی زمانہ تھا کہ اس کے بعد مسلمانوں کی رزم خاموش ہو گئی اور بزم کے چراغ گل ہو گئے۔ اور ان کی ہر اُمنگ تھک کر بیٹھ گئی۔

کتاب انقلاب دہلی میں طرح طرح کے خیالات اور طرح طرح کے جذبات جمع ہیں اور ان میں سے ہر چیز مٹی کا ایک موٹا م معلوم ہوتی ہے۔ موٹا م مٹی کے اس مینار کو کہتے ہیں جو کسی جگہ سے مٹی کھودنے کے بعد پیمائش کے لیے منائے سے چھوڑ دیئے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ یہاں سے کتنی مٹی کھد گئی۔

اس کتاب کے مضامین بھی ظاہر کرتے ہیں کہ کہاں کہاں کتنی کتنی مٹی تھی اور اب وہ کتنی کھدر گئی ہے۔

میں نے غدر و ملی شہداء کی تاریخ کے ۱۲ حصے لکھے ہیں گرجو عمدہ موثر لا جو آپ یا کیا ب چیزیں مولانا نظامی نے اس کتاب میں جمع کی ہیں ان کا میری کتابوں میں نام و نشان بھی نہیں ہے۔

یہ ایک کتاب کا مقدمہ ہے۔ مقدمہ میں مدعی کی ضرورت ہے پھر کتاب انقلاب ملی، مدعی بھی نحو، اور مدعا علیہ بھی آپ ہی ہے۔ اور حاکم وکیل بھی خود ہی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ایسی قوم اور اس کی حکومت و تہذیب کی بربادی کا ذکر ہے جس کے آج کل سب ہی مدعی و مخالف بن گئے ہیں۔ آسمان کی گردش پہلے صرف شاعروں کی مخالفت تھی مگر اب وہ فقط مسلمانوں کی دشمن ہے۔

ذوالقرنین کے ایڈیٹر صاحب کو مسلمانوں کی آئندہ نسل ہمیشہ شکریہ سے یاد کرے گی کہ انھوں نے یہ بہت ہی عمدہ چیز اور دو لٹریچر میں تیار کر دی اگر کبھی مسلمان قوم میں کوئی اچھا انقلاب آیا تو اس قسم کی کتابوں کو اقبال کی نظموں اور حضرت اکبر الہ آبادی کے شعروں اور حسن نظامی کی فوجِ مختاریوں کے پاس ہی جگہ دی جائے گی اور ان کو عمدہ انقلاب کا ذریعہ اور باعث قرار دیا جائے گا میں نے مقدمہ لکھ تو دیا مگر یہ لکھنا مقدمہ کا لکھنا نہیں ہے بلکہ دل کی اور کلیجہ کی بی ہوشی آہوں کو بزمِ کاغذ میں نمودار کرنا ہے۔

حسن نظامی

۱۵ فروری ۱۹۳۱ء۔ دہلی



جو دہلی کی امن پر تری وہ مشاعرے کی زد تھی۔ دہلی کی یہ بربادی ایسی نہ تھی کہ اُن وقت کے شعرا خاموش بیٹھتے۔ غدر کی مصیبت جن لوگوں کی آنکھوں کے سامنے گزری تھی اُنھوں نے ان واقعات کے بیان کرنے میں خوب خوب زور قلم دکھایا ہے۔ مرزا قافا نے تو اپنے روزمرہ کے خطوط میں بھی جا بجا یہی دکھڑا رویہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

”قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا“ ایک خط میں فرماتے ہیں ”یہاں اغنیا اور امر کی انتفا و اولاد بھیک مانگتے پھریں اور میں دیکھوں اس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیے“ ایک دوسرے خط میں تحریر ہے ”جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان ان نکلے گا دکانیں حویلیاں بھائی جائیں گی دارالبقافا ہو جائے گا۔ رہے نام اللہ کا،“ غالب نے نظم کے ذریعہ سے بھی ان جذبات کا کچھ کم اظہار نہیں کیا ہے۔ لکھتے ہیں :-

چوک جس کو کہیں وہ قتل ہے گھر بنا ہو نمونہ زنداں کا

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں بھی مرزا نے اُسی کھسٹی دہلی کی سو بہ ہو تصویر کھینچی ہے :-

ایک اہل ورنے سنان جو دیکھتے یوں کہا آتی نہیں کیوں اب صدائے عندلیب

بال و پروہ چار دکھلا کر کہا صیاد نے یہ نشانی رہ گئی ہے اب بجائے عندلیب

غالب کے سوا اس عہد کے دوسرے شعرا سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ آزاد وہ - داغ حالی - سالک - افسر وہ - شیفتہ - صاحبہ - ظہیر - عیش - مجروح جیسے مشاہیر شعر کے علاوہ ایسے لوگوں نے بھی بد نصیب اور اُجڑی دہلی کے مرثیے لکھے جن میں جن کو شفق نہ تھا اور جن سے اس مرثیے کے سوا دوسرا کلام یادگار نہیں۔ اور تو اور قشتہ جیسے آزاد و منشاغ بھی جنھیں سچ مچ اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ تھا اس طرح

کا۔ اٹھے

تمام شہر تلم گوں نے آکے لوٹ لیا مثل ہر بھوکوں کو ننگوں نے آکے لوٹ لیا  
شیفینہ نے شہر آشوب لکھنے کے علاوہ اپنے دیوان میں بھی دلی کی بربادی کا  
مختلف اشعار میں ذکر کیا ہے مثلاً ۷۷

ویرانے کی مانند کہیں دل نہیں لگتا ہر چند کہ ہوشیافتہ دلی وطن اپنا  
شہر کے عبرتناک واقعہ کو تقریباً پون صدی کا عصر گزر چکا ہو اس لیے آج  
ہمسراں کے بعد ان تمام نظموں کو جو اس واقعہ سے متاثر ہو کر لکھی گئیں جمع کرنا مشکل  
تھا لیکن پھر بھی چھالیس شاعروں کی چونتیس نظمیں کمال جستجو سے دستیاب ہوئیں  
جن کو ہم نے ان اوراق میں جمع کر دیا ہے۔ یہ نظمیں شعرا کے تخلص کے لحاظ سے بترتیب  
حروف تہجی درج کی گئی ہیں جن شعرا کا سن ولادت و وفات اور کچھ حال معلوم ہو سکا ہے  
وہ بھی لکھ دیا ہے ان چھالیس شاعروں میں دو ہندو شعرا کے نام بھی ملتے ہیں جنہوں  
نے دہلی کے اُجرٹنے کا ماتم مسلمانوں سے کم نہیں کیا ہے۔ رم پرشنا دظا ہر دہلی میں  
اسلامی سلطنت کا مریہ پڑھتے ہوئے بادشاہان اسلام کو اس طرح روئے ہیں  
بار منت سے بھلا کس کا نہیں سرنچیا کس کے سر پر نہیں احسانِ تہاں دہلی

فشتی، امپرشا دھارنے دہلی کے شاہان اسلام کی نسبت اپنا یہ خیال جس وقت ظاہر کیا تھا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ان بادشاہوں کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اس حکومت کا وہ چراغ بھی جو برائے نام قلعہ کے اندر ٹٹار ہاتھ اگل ہو چکا تھا اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شاعر نے جو کچھ کہا اُس میں غوث مدیا چالوسی کا مشابہ ہو بلکہ فی الحقیقت اُس نے ایک واقعہ کو نظم کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں کو موجود زمانہ کے بعض غیر مسلم مصنفین جس رنگ میں پیش کرتے ہیں اور جو رنگ ہمارے

نوجوانوں کے قلوب کی صاف و شفاف تختیوں پر نفاق اور شقاق کے نقوش مرسم کرتا ہو و حقیقت سے کوسوں دور ہو۔ ایک اور واقعہ سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہو کہ پچھلے مسلمان بادشاہوں پر جبر و تعدی وغیرہ واداسی کا جو الزام لگایا جاتا ہو وہ نہ صرف غلط ہو بلکہ حالت اُس کے عکس تھی۔ کہا جاتا ہو کہ سلطانہ عیسٰی نوجوانوں میں حب و بغاوت شروع ہوئی تو ہندو مذہب و ملت کے سپاہی اپنی اپنی جھاوہی میں آگ لگا کر دہلی کے معزول بادشاہ ابو ظفر بہادر شاہ کی طرف دوڑ پڑے ہندو سپاہی بجائے اس کے کہ کسی ہندو راجہ کی طرف متوجہ ہوتے غریب بے بس بہادر شاہ کی جو پکارنے لگے۔

ان فطموں پر نظر ڈالنے سے اس امر کا بھی پتہ چلتا ہو کہ دہلی پر خون کے آنسو صرف دہلی والوں ہی نے نہیں بہائے ہیں بلکہ دوسرے مقامات کے لوگ بھی اس کی بربادی سے متاثر تھے جیسا کہ بجنور پانی پت اور کھنؤ کے شعرا کلمچ پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہو۔ لطف لکھنؤی نے دہلی کے عالمگیر ماتم کا اظہار اپنے لفظوں میں اس طرح کیا ہو۔  
اُٹھ گیا لطفِ محبت نہ رہا دل کو قرار کون ہو جس کو نہ پہونچا ہو تھانِ دہلی  
دہلی والوں کے رنج و ملال کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں ایک دہلوی شاعر نے شدتِ غم سے تنگ آ کر طنزاً یہ کہہ دیا کہ دہلی مٹ گئی اچھا ہوا اور صرف اسی مضمون کو ایک مطلع میں کھپا کر چپ سادہ لی۔ فرماتے ہیں۔

مٹ گیا خوب ہوا نام و نشانِ دہلی  
کس کی پاپوش بنے مرثیہ خوانِ دہلی (راقم)

دہلی کے شعرا نے جہاں عزت و آبرو مال و دولت سلطنتِ حکومت محل و محلوں کی لوٹ کا رومارویا ہو اسی کے ساتھ اپنی زبان کی بربادی کی کچھ کم مرثیہ خوانی نہیں کی ہو



شاید ہی کوئی نوہ ایسا نکلتے گا جس میں دہلی کی پیاری زبان کے بگڑنے کا افسوس نہ  
کیا گیا ہو۔ ایک شاعر نے فرمایا ہے

میری فریاد سے ظاہر ہو بیانِ دہلی  
دلِ غول گشتہ پہ ہر داغِ زبانِ دہلی  
شاطر دہلوی کا شعر ہے

غدر کو تیغ نہ سمجھوں تو بھلا کیا سمجھوں  
دل پہ آتا ہی نظر زخمِ زبانِ دہلی  
ظہیر دہلوی نے کس درد سے کہا ہے

رہ گئے کہنے کو کچھ کچھ ہیں فسانے باقی اب نہ دہلی ہی رہی اور نہ زبانِ دہلی  
زبان کے ساتھ اہل علم و ادب کا ماتم بھی کچھ کم نہیں کیا ہے ایک مرثیہ کا شعر ہے  
غزل کا ذکر نہ چرچا کسی یگانے سے  
مذاقِ شعر و سخن اٹھ گیا زمانے سے

مولانا حالی نے بالکل سچ فرمایا ہے

جتنے رہتے تھے تھے ہو گئے ویرانِ عشق آکے ویرانوں میں اب گھر نہ بسانا ہرگز  
کوچِ سب کر گئے دہلی سے تھے قدِ شناس قدِ ریاں رہ کے اب اپنی نہ گنونا ہرگز  
”دنیا بامیدِ قائم است“ فارسی کا ایک پرانا مقولہ ہے فی الواقع اُمید ہی وہ چیز ہے  
جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو ڈھارس بندھاتی ہے اس کے خیال سے مردِ دنیا زندگی سے بدلِ عالمی  
ہو دہلی کے ستم ریدہ شعر کو بھی بابوسی میں اُمید کی جھلک نظر آتی تھی اور ان کے دل سے  
یہ آوازیں نکلتی تھیں

اہلی پھر اسے آباد و شاد دکھلا دے  
 اہلی پھر اسے حسبِ مراد دکھلا دے  
 ایک فارسی نوہ میں اس طرح دعا مانگی گئی ہے :-  
 باز شش از لطف و کرم آباد کن  
 ساکنانش را خدایا شاد کن  
 حکیم آغا جان عیش کا دعائیہ شعر ہے :-  
 اہلی کر دے پھر آباد باغِ دہلی کو  
 کر اپنے فضل سے روشن چراغِ دہلی کو

۱۹۰۱ء میں جبکہ ہنگوشتہ ۵۷ھ کو نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا ان دعاؤں کی قبولیت کا وقت آیا اور انگریزی حکومت نے ہندوستان کے قدیم دارالسلطنت کو چھوڑ کر کلکتہ میں جو نیا گھر بسایا تھا جارج پنجم ملکِ معظم کی زبان کی ایک گردش نے اس کو اجاڑ کر دلی کو پھر بھاگ لگا دیئے۔ نئی حکومت نے نئی دہلی بسائی اور فلک نما عمارتیں لاکھوں روپیہ صرف کر کے تیار کر دیں جن کی افتتاحی رسم اسی ماہ فروری میں ادا ہوئی جو ان عمارتوں میں نائب السلطنت گورنر جنرل ہند کے رہنے کا مکان بھی ہے۔ ہندوستان کی مرکزی مجلس وضع قوانین کا ایوان بھی ہے۔ نئی دہلی ہی میں ہندوستان کا نیا نظام حکومت جس کی بنیاد جمہوریت کے اصول پر رکھی جانے والی ہے رونما ہو چکا اور نئی دہلی کی تعمیر ہندوستان کے لیے مبارک ثابت ہو گئی اور نظامِ حکومت کا یہ نیا انقلاب ان مصیبتوں کو جو پچھلے انقلابوں میں نازل ہو چکی ہیں ٹھکرا دے گا

یہ سدا انقلاب دہلی کی مختصر داستان اور بس۔

خاکسار  
نظامی عفی عنہ

نظامی پریس بلاپور

۲۱ فروری ۱۹۳۱ء



# فہرست نظم نامے مشمولہ انقلابِ دہلی

نمبر شمار	صفحہ	تخلص شاعر	ابتدائی مصرع نظم
۱	۱	آزادہ مرحوم دہلوی	آفت اس شہر میں قلند کی بدولت انی
۲	۳	احسن مرحوم دہلوی	ہائے وہ لوگ تھے روحِ روانِ دہلی
۳	۳	" "	شہر خالی شدہ از پیر و جوانِ دہلی
۴	۴	احقر مرحوم حبیبوری	ہائے افسوس کہ آفت زدگانِ دہلی
۵	۶	احمد مرحوم دہلوی	حیف برباد ہوئی شوکت و شانِ دہلی
۶	۶	افسردہ مرحوم دہلوی	ہر طرف سے ہو برستی بگیسی
۷	۱۰	اکرام مرحوم دہلوی	پوچھ مت حالِ زیانِ دہلی
۸	۱۱	بغل مرحوم دہلوی	صرف نام کو باقی ہو نشانِ دہلی
۹	۱۲	"	مل گئے خاک میں سب غنچہ لبانِ دہلی
۱۰	۱۳	"	پھر بندھا دل پہ خیالِ دہلی
۱۱	۱۳	"	پھرتے چلتے جو ہیں آنگاہِ شہرِ دہلی
۱۲	۱۵	تشنہ مرحوم دہلوی	عجیب کوچہ رشکِ جہاں تھا دہلی کا
۱۳	۱۸	ثاقب مرحوم دہلوی	ای کہن سال فلکِ ثمنِ جانِ دہلی
۱۴	۱۹	حسامی مرحوم دہلوی	گئی ایک بیکٹ ہوا پٹ پٹین دل کو میسے قرار ہو
۱۵	۲۰	حالی مرحوم پانی پتی	جیتے جی موت کے تم منہ میں نہ جانا ہرگز

صفحہ	نمبر شمار	مخلص شاعر	ابتدائی مصرع نظم
۲۵	۱۷	واع مرحوم دہلوی	فلکست مین دلاک بختاب تھی دہلی
۲۶	۱۸	" " "	یوں مل جیسے کہ دہلی سے گمان دہلی
۲۸	۱۹	راقم مرحوم دہلوی	مٹ گیا خوب ہوا نام و نشان دہلی
۲۹	۲۰	رعوان مرحوم دہلوی	سیری فریاد سے ظاہر ہو بیان دہلی
۳۰	۲۱	سالک مرحوم دہلوی	جہان میں شہر ہیں جتنے جہاں جہاں آباد
۳۳	۲۲	" " "	روئے جنتیں بھی ہم کر کے بیان دہلی
۳۴	۲۳	" " "	شہر دہلی ہوا ہو کیوں خالی
۳۵	۲۴	تسپر مرحوم دہلوی	مٹ گیا صفحہ عالم سے نشان دہلی
۳۶	۲۵	سوزاں مرحوم دہلوی	ہر ایک شہر میں شور و بجا ہو دہلی کا
۳۶	۲۶	" " "	یہ ابتداءئی بلا تھی جو پوری لائے
۳۶	۲۷	شاطر مرحوم دہلوی	کوئی عالم میں نہیں شہر بیان دہلی
۳۷	۲۸	شائق مرحوم دہلوی	بود از دیر فلک دشمن جان دہلی
۳۸	۲۹	ششیر مرحوم دہلوی	یکسے یکسے ہوئے برباد مکان دہلی
۳۹	۳۰	شیفتہ مرحوم دہلوی	ہائے دہلی وزہے دل مشہر گاہ دہلی
۳۹	۳۱	صابر مرحوم دہلوی	بسکہ بیدار سے ٹوٹے ہیں مکان دہلی
۵۰	۳۲	منیر مرحوم دہلوی	کیا آسان آج بد عنوان ہو گیا
۵۲	۳۳	منیر مرحوم دہلوی	کس کے آگے میں کروں آہ بیان دہلی
۵۳	۳۴	طالب مرحوم دہلوی	دلی والوں کی زبان پر ہو بیان دہلی

ابتدائی مصرع نظم	مخلص شاعر	صفحہ	نمبر شمار
کیوں نہ آوارہ پھریں عمر و گانِ دہلی	ظاہر دہلوی	۵۳	۳۳
کیا پوچھتے ہو کج روی چرخِ چنبیری	ظفر مرحوم بادشاہ دہلی	۵۴	۳۵
۲۲ فرشتہ مسکن و جنت نشان تھی دہلی	ظہیر مرحوم دہلوی	۵۶	۳۶
بل بے دہلی وز بے شوکتِ شانِ دہلی	" "	۶۳	۳۷
ہم نے مانا کہ ملی خاک میں شانِ دہلی	عابد مرحوم دہلوی	۶۴	۳۸
۲۵ جنتی لوگوں سے سن کے بیانِ دہلی	عاصی مرحوم دہلوی	۶۵	۳۹
کیا کروں کس سے کروں آہِ میانِ دہلی	عاشق مرحوم دہلوی	۶۵	۴۰
نقشہ خلد تھا گویا یہ مکانِ دہلی	عباس مرحوم دہلوی	۶۵	۴۱
کچے ای ہمنفسو خاکِ بیانِ دہلی	عزیز مرحوم دہلوی	۶۶	۴۲
جنتی دیکھ کے کہتے ہیں خزانِ دہلی	عزیز مرحوم دہلوی (مرزا)	۶۷	۴۳
عجیب طے کی باغ و بہار تھی دہلی	عیش مرحوم دہلوی	۶۸	۴۴
۳۱ مل گئی خاک میں شانِ دہلی	" "	۷۶	۴۵
کیا جانے اہلِ دہلی سے کیا بات ہو گئی	" "	۷۸	۴۶
۳۲ حالِ عالم آہِ کیف کم میں کیا تھا کیا ہوا	" "	۷۸	۴۷
بسکہ فناءلِ مایہ دید ہو آج	غالب مرحوم دہلوی	۷۹	۴۸
ایک اہلِ درد نے سنان جو دیکھا نفس	" "	۸۰	۴۹
کوئی نفسی میں ہر مبتلا کوئی تنگ حالی سے غوار ہر	فرحت آنجنابی دہلوی	۸۰	۵۰
کیا کروں دوستوں تم سے بیانِ دہلی	قمر مرحوم دہلوی	۸۱	۵۱

نمبر شمار	صفحہ	مخلص شاعر	ابتدائی مصحح نظم
۵۲	۸۲	کمال مرحوم دہلوی	تام گلشن عیش و سرور تھی دہلی
۵۳	۸۴	" " "	مٹ گیا پر نہ مٹا نام و نشان دہلی
۵۴	۸۵	گوکب مرحوم دہلوی	مٹ گئے ہائے کس اور مکان دہلی
۵۵	۸۶	لطف مرحوم لکھنوی ارد دہلی	حیف ہوا اٹھ گئے کیا پیر و جوان دہلی
۵۶	۸۷	سین مرحوم دہلوی	پسند خاطر ہر خاص و عام تھی دہلی
۵۷	۹۳	" " "	دل غنی رکھا سخاوت پہ نہ زردالوں نے
۵۸	۹۵	" " "	نی نی ہو گر و شش چنچ کہن
۵۹	۹۶	" " "	ہوئے دفن جو کہ ہیں بے کفن تھیں رونا ابر بہار ہم
۶۰	۹۸	مجرور مرحوم دہلوی	یہ کہاں جلوہ جاں بخش بتان دہلی
۶۱	۹۹	محسن مرحوم دہلوی	دیار ہند میں یہ تخت گاہ تھی دہلی
۶۲	۱۰۵	" " "	وہ پری چہرہ ہوئے قتل میان دہلی
۶۳	۱۰۶	مہدی مرحوم دہلوی	رات دن لب پہ نہ ہو کیونکہ بیان دہلی
۶۴	۱۰۸	ہنرمند مرحوم دہلوی	تھے ہنرمند سبب عظمت و شان دہلی
۶۵	۱۰۹	سودا مرحوم دہلوی	کہا میں آج یہ سودا سے کیوں ہو دانوا ڈول
۶۶	۱۱۳	" " "	اب نے میرے جو کوئی پیر و جوان ہو
۶۷	۱۲۰	" " "	باغ دہلی میں جو اک روز ہوا میرا گزر

## آزردہ مولوی مفتی صدر الدین خاں مرحوم دہلوی

۱۸۶۷ء سے پہلے صدر الصدور تھے۔ میرٹھ میں دہلوی سے تلمذ تھا۔ ۱۲۰۰ھ ۱۸۸۶ء میں

میں پیدا ہوئے اور ۱۶ جولائی ۱۸۶۷ء میں انتقال ہوا۔

آفت اس شہر میں قلعہ کی بدولت آئی	داں کے اعمال سے دلی کی بھی شامت آئی
روزِ موعود سے پہلے ہی قیامت آئی	کالے میرٹھ سے یہ کیا آئے کہ آفت آئی
گوشتِ دہا جو فسادوں سے وہ آنکھوں دیکھا	جو سنا کرتے تھے کانوں سے وہ آنکھوں دیکھا
جن کو دنیا میں کسی سے بھی سروکار نہ تھا	اہلِ نااہل سے خلطِ آنکھیں زہنہار نہ تھا
اُن کی خلوت سے کوئی واقف اسرار نہ تھا	آدمی کیا ہر فرشتہ کا بھی داں بار نہ تھا
وہ کلی کوچوں میں پھرتے ہیں بیاں در در	خاک بھی ملتی نہیں اُن کو کہ ڈالیں سرِ سر
زیورِ الماس کا سب جن سے نہ پہنچاتا	بجاری جھومر بھی کبھی سر پہ نہ رکھا جاتا
گلچ کا جن سے دوپٹہ نہ سنبھالا جاتا	لاکھ حکمت اُڑھاتے تو نہ اڑھاتا جاتا
سر پہ وہ بوچھلے چار طرف پھرتے ہیں	دو قدم چلتے ہیں شکل سے تو پھر گرتے ہیں



طبع جو گھنے سے پھولوں کے اذیت پاتی	مہندی ہاتھوں میں لگا سوتے تو کیا گھبراتی
صبح سے شام تک نیند نہ اُن کو آتی	ایک سوٹ بھی بچھونے میں اگر پڑ جاتی
اُن کو تکیہ کے بھی قابل نہ خدا نے رکھا	سنگ پہلو سے اُٹھا یا تو سر ہانے رکھا
جن کو بن دوں برستار نہ چلتے دیکھا	صبح سے شام تک عطر ہی ملتے دیکھا
کیہو بیدار نہ سورج کے نکلنے دیکھا	پاؤں دلبے پہ بھی کروٹ نہ ملتے دیکھا
دہ ہیں اور دشت ہیں اور کوہ ہیں اور نلے ہیں	قدم اُٹھا نہیں پاؤں میں پڑے چھالے ہیں
عیش و عشرت کے سوا جن کو نہ تھا کچھ ہی یاد	لٹ گئے کچھ نہ رہا ہو گئے بالکل برباد
مکڑے ہوتا ہر جگر سُن کے یہ اُن کی فریاد	پھر بھی دیکھیں گے الہی کبھو دہلی آباد
کب تک اِغ و دل ایک ایک کو دکھلائیں ہم	کاش ہو جائے زمیں شق تو سما جائیں ہم
دیکھ سکتے نہ تھے جس بات پہ وہ اُڑتے تھے	صلح سے زیادہ مزاح تھا جو کبھو لڑتے تھے
پاؤں رکھتے تھے کہیں اور کہیں پڑتے تھے	آنچلوں سے نرے منقش پڑے جھڑتے تھے
اُن کو رونے کے سوا شغل نہ کچھ رہتا ہی	ایک دریا ہو کہ آنکھوں سے پڑا بہتا ہی
عطر صندل میں جو دامن کو بسایا کرتے	کنٹھے موتی کے گریباں میں لگایا کرتے
بیٹھ خلوت میں جو زلفوں کو بنایا کرتے	یہ سنگھار آئینے کو بھی نہ دکھایا کرتے
اب ہمیں کچھ بھی نہیں لُف پریشاں کی خبر	

	نہ گریباں کی خبر اور نہ داماں کی خبر
بیشمارا زوادا سے وہ دو گانوں کا کہاں لطفِ ساقی کا مرا اور وہ گانوں کا کہاں	روزِ بن ٹھن کے ٹکنا وہ جوانوں کا کہاں شور ہر کوچہ سے ٹپوں کی وہ تانوں کا کہاں
	وہ معنی نہ رہا اور وہ ساقی نہ رہا دھوٹی بندوں کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہا
ان کی پوشاک کو گر دیکھیں تو پھر تو آوے خون اپنا کریں یا ان کا یہی جی چاہے	شکل ایسی کہ خدا اُس کو نہ پھر دکھلاوے نظر آجائیں اگر وہ سر رہا ہے گا ہے
	جن کے ہاتھوں سے نہ لیں میر بھی دھوئی کے چاندنی چوک میں پھرتے ہیں وہ ایسے گھیلے
سرسبز اور جوشِ جنوں ناک ہوا دھچپاتی ہے مقصطفے خاں کی ملاقات جو یاد آتی ہے	روزِ وحشت مجھے صحرا کی طرف لاتی ہے گڑے ہوتا ہے جگر جی ہی پہ بن جاتی ہے
	کیونکہ آرزو نہ مکل جائے نہ سودائی ہو قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو
<p style="text-align: center;"><b>احسن - حکیم محمد احسن خاں مرحوم دہلوی</b></p> <p>حکیم محمد احسن خاں مرحوم دہلوی کے صاحبزادے۔ مرزا قربان علی بیگ سالک کے شاگرد خاص تھے غفلتِ شباب تھا نہ فتنہ مٹا دے عین انتقال ہوا۔</p>	
انادرِ حند کے کر کے گمانِ دہلی بقعہ نور ہی ہر ایک مکانِ دہلی	ہائے وہ لوگ جو تھے روحِ رواںِ دہلی نرموسیِ معنات کی جو تجسّس پیدا

مسجد جامع کوٹھرائیں میان دہلی اب تو باقی ہر فقط نام و نشان دہلی چشم غور شید سے کیوں ہو نگران دہلی خون دل پیتے ہیں اب وہ کشان دہلی روزن قبر سے بھی ہوں نگران دہلی اہل جنت کی پسندائے زبان دہلی	چاندنی چوک کو سینہ کہیں درقلعہ کو سر لام دہلی علم اور ہائے کاشوشہ پر چشم کیا کوئی فتنہ ہر ای چرخ ستمگر باقی غم پر باد دہلی میں بجائے نئے ناب یہ محبت ہے مجھے یہاں سے کہ بعد از مردن کیا عجب ہے کہ یہی حسد میں بولی جائے
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

سینہ حسن کا جو حیرا تو بقول رضواں  
دلِ خوگشتہ پہ ہے داغِ زبانِ دہلی

ایضاً

رفت برباد متاعِ دل و جانِ دہلی کس نہانت چو من سر نہانِ دہلی در ہم داغِ الم داو زبانِ دہلی بخیالست نمودار نشانِ دہلی	شہر خالی شدہ از پیر و جوانِ دہلی ایں طلسمے بود و غدر کشائندہ آں دلِ حسرت زدہ من شد گنجِ قاروں عینک ہر بچشمِ نلک پیر چراست
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

احسن خستہ جگر رفت بسوئے جنت  
حوریاں را مگر آموخت زبانِ دہلی

احقر۔ مولوی مست از حسین مرعوم بحسنوی

جان لیتے ہیں جو کتے ہیں میانِ دہلی جا بے جبکہ وہاں سارے سرانِ دہلی	جائے افسوس کہ آفت زدگانِ دہلی خلد کے نام کو اب چاہیئے دہلی لکھیں
-----------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------

<p>عرش سے فرش تک مثل زبانِ دہلی          درس تو حیدر سنا تھے بتا رہا دہلی          شہر ویرانہ ہو اب نام و نشانِ دہلی          عرش پر جائے گی ہر لحظہ فغانِ دہلی          اگرچہ ظاہر میں گئی عزت و شانِ دہلی          ایسے بیکس ہوئے افسوس کسانِ دہلی          خضر و الیاس ہیں اب فاتحہ خوانِ دہلی          تھا وہ دُنیا میں بلاریب مکانِ دہلی          کوئی باقی نہیں اب مرتبہ دینِ دہلی          اب تو قح ہو کہ یہ بچ گئی جانِ دہلی          ہند میں ایسی چلی یا دِ خزانِ دہلی          شیر پر ہوتے تھے ہوا و شہانِ دہلی          کوئی اڑ جائے اگر یہ چمکانِ دہلی          کیسے کیسے تھے ذکی پیر و جوانِ دہلی          وائے برور ملک فیضِ رسانِ دہلی          غلِ انگن تھے جہاں سرو چانِ دہلی</p>	<p>کیا فصاحت کا کہول حال کسی سے نہ سنی          دین شایع تھا یہاں تک کہ صمغِ خافل ہیں          اے ملک یہ بھی ہوا نصاب کوئی نا انصاف          قریبوں کو نہیں آرام کہ تار و زہر جزا          فیضِ خواجہ سے وہی نزدِ خدا عزت ہو          آلِ فرعون کے جوں ظلم سے آلِ موسیٰ          نہ رہا کوئی کیا ایسا ملک نے برباد          جس کو رضواں نے کئی بار خدا سے چاہا          یا خدا تو ہی ملک بھیج کہ آباد کریں          شکر ایزد کہ رہی مسجد جامع قائم          کونسا غنچہ دل تھا کہ نہ پتر مردہ ہوا          یہ خدا داد تھی وہاں عقل کہ ہنگامِ جزا          اب بھی ایسے ہیں کہ زک پائے فلاطین ان          بیچ تدبیر ہو تقدیر کے آگے ورنہ          چل بے ملک عدم کو کوئی باقی نہ رہا          آج اس باغ میں ہر جا چہ ہیں شکارِ زقوم</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

جانِ احقر کی طرح بے سرو سامان رہی  
 نے گہا کون خدا تاب و توہنِ دہلی

## احمد میر شاہجہاں صاحب دہلوی

ہاں مگر نام کو باقی ہو نشانِ دہلی تو نے چُن چُن کے بلائے جو جوانِ دہلی دستِ قدرت نے تیرے ہیں بتاں دہلی اُس نے دیکھا تھا مگر آبِ روانِ دہلی جس نے دلی میں کیجھے ہوں مکانِ دہلی جبکہ بو خنگی و ہاں مرثیہ خوانِ دہلی	حیف برباد ہوئی شوکت و نشانِ دہلی کیا ہم تجھ پہ پڑی سچ تو بتا پیرِ فلک کیوں نہ پوچھیں کہ یہ آذر نے بنائے تو نہیں کیوں چھپا پر حق ظلمات میں آبِ حیاں ذکر وہ آ کے سُنے خلد کا تم سے واعظ حشر میں حضرت باری کو بھی ہوگا افسوس
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

اہلِ پورب کو غزلِ تم نہ سنانا احمد  
سیکھ جائیں نہ کہیں طرزِ زبانِ دہلی

## افسردہ قاضی فضل حسین خاں مرحوم دہلوی

قاضی علی جان مرحوم رئیسِ دہلی کے صاحبزادے تھے اس شہر آشوب کے سوان کے کلام کا پتہ  
نہیں چلتا۔ یہ سنہ وفات معلوم نہوا۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ مشاعرے یا اس کے قریب جب یہ نظم لکھی گئی زندہ تھے۔

ہر طرف سے ہر برستی بیکسی ہر مہجور در دو غم اور بے بسی	رات دن کا ہو گیا رونا ہنسی موت کو سمجھا ہوں اب مطلب رسی
اے کہ از وضع تو چرخ اٹکا رہا دردِ بے درمان مارا چارہ	

ایک تو اندیشہ روزِ حسنا اک غمِ بربادی عالم سرا

اور پھر رنج اپنے مال و جان کا	یارِ باس طوفان سے تو ہی بچا
ہم توئی ایجا و آجا داد و رس	من نذارم درد و عالم جز تو کس
ہائے کیا دھلی پہ آفت آگئی	چین سے بیٹھے تھے شامت آگئی
سر پہ عالم کے مصیبت آگئی	فوج کیا آئی قیامت آگئی
وقت تنگ آمد ترحم یا رحیم	لطف کن برد و مندانِ سقیم
ہتی یہ دہلی رشتک گلزارِ ارم	خاک سے تھا جس کی بنا جامِ جم
ہو گئی برباد و ویراں ہو ستم	ہر یہ وہ غم جس پہ خود دیوے غم
بازش از لطف و کرم آباد کن	ساکنانش را خدا یا شاہ دکن
آشنائے قلوبِ عیش و طرب	ہو گئے سب غرقِ دریاے تعب
جوشِ گریہ ہر جوشِ خندہ لب	چشم تر ہو جوں حبابِ بحر اب
از کجا این سیلِ آفت در رسید	کاینچنین چشمِ فلک طوقاں ندید
بانٹتے تھے رات دن جو سیم و زر	پھینکتے تھے کوڑیوں کی جا گھر
مانگتے پھرتے ہیں اب وہ در بدر	رکھتے ہیں جائے درم داغِ جگر
الکرم العفو اے رب العالم	از طفلِ حضرت خیر المومنا

جن کو گھر بیٹھے تماٹے تھے ہزار	پھرتے ہیں وہ در بدر رسوا و خوار
عیش و عشرت تھا جنھیں لیل و نہار	یوں خیراں اب ہو گئی اُن کی بہار
عفو کن گر جرے از کس سر زند	یار ب آں کن کاں بقوت حے سزد
دارِ غم سینے پہ کھائے بیٹھے ہیں	فکر میں سر کو جھکائے بیٹھے ہیں
تھا جو سرمایہ نٹائے بیٹھے ہیں	ہاتھ دُنیا سے اٹھائے بیٹھے ہیں
رحم کن بر بیکیاں ای داد رس	آہ از دل بر لب آید ہر نفس
کی خدانے یہ دُعا بارے قبول	ہو گیا کا فور ایک ایک بولِ فضول
یعنی پھر حکام عادل کا نزول	ہو گیا تسکینِ دل ہائے ملول
کرد ہر کس شکر رب العالمین	شدر ہا از بندِ غم جانِ حزیں
پھر گیا پھر آسمان پر جفا	مُجروں نے کر دیئے فتنے بپا
بے گنہ اور باگنہ پکڑا گیا	جس کی جو قسمت میں لکھا تھا ہوا
میت شکوہ از سپہرِ کینہ جو	انچہ در تقدیر بود آمد برو
اور ایسے فتنوں سے جو ڈرتے تھے	دمدمِ توبہ کا وہ دم بھرتے تھے
پاس و حفظِ آبرو کو مرتے تھے	عمر کے دن اپنے پورے کرتے تھے
پادشاہِ لطف کن بر ایں کال	

	ہم بحفظِ ظلِ خود بخشی اماں	
موتوں کے بعد پھر فتنہ مٹا اب اُسے حاکم سے ملتی ہے سزا	قید سے چھوٹے اسیرانِ بلا جو ستانا ہے کسی کو بے خطا	
	امن وہ اے داویرِ روزِ جزا پر جفا را کن اسیرِ صدفِ جفا	
ابرِ حسرتِ دل پہ اپنے چھا گیا ہائے قاضی اپنا چھانسی پا گیا	یہاں تو حسرت کو بھی رونا آ گیا عمر بھر افسردہ کو رُلو آ گیا	
	انچہ برمن کر دے چرخِ بد نہاد ایٹھنیں اندوہ کا فرامباد	
مجھسا دُنیا میں نہیں اندوہ گیں جان سنگیں رکھتا ہوں دل آہنیں	شغل کوئی مجھ کو جزا تم نہیں در نہ مر جاتا تڑپ کر بالیٹھیں	
	یا الہی لطف کن بر حالِ ما رحمتِ خود میں میں اعمالِ ما	
غیرتِ باغِ جاناں یہ شہر تھا انتقامِ عیش و عشرت ہو چکا	ایک بیکِ برباد جو ایسا ہوا اب یہ ہے ہر شخص کی ہر دم دُعا	
	لطف کن براہِ وصلی اے خدا تا کہ باشد آب و آتش را بقا	
دل کو افسردہ کے خوش کر اے خدا در پئے ایذا میں حاسد جا بجا	رات دن یہ رنج میں ہے مبتلا دامِ مکر و کید سے اُن کے بچا	



ہر بلائے صعب از وی دور دار  
دشمنش را از غضب مقہور دار

## اکرام حکیم محمد مرزا خاں مرحوم دہلوی

ہائے میں اور بیان دہلی  
ل گئی خاک میں شانِ دہلی  
چھپ گئے سیمبرانِ دہلی  
بنگسی ہائے کانِ دہلی  
کھود کر دیکھ تو کلانِ دہلی  
بھیس پہلاہی نشانِ دہلی  
کوئی آتا نہیں میانِ دہلی  
روتے ہیں پیرو جانِ دہلی  
غدر تھا آفتِ جانِ دہلی  
اب ہر ویران جہانِ دہلی  
کچھ جو باقی تھے مکانِ دہلی

پوچھ مت حالِ زیانِ دہلی  
اب تو نکلا تیرا ہی چنچ غبار  
دولتِ حسن کو غم نے ٹوٹا  
بن کے چہرہ کہے دیتا ہو  
خاک میں مل گئے الماسِ ہنر  
یہ بھی ویسا ہی ہوا چاہتا ہو  
اب تو جزِ حسرت و افسوس و الم  
گر یہ کی سیل ہو یہ نہر نہیں  
نہ وہ صورت ہو نہ وہ زینت ہو  
نام سے اس کے ہو ایک جزو آباد  
فطرتِ بارش نے گراے اکرام

## تخلِ حکیم تحمل حسین خاں مرحوم دہلوی

خلف ممتاز الدولہ نواب غلام رسول خاں - آغا جان عیش کے شاگرد تھے ۱۲۵۴ھ  
۳۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

صرف ایک نام کو باقی ہو نشانِ دہلی  
ہفت اقلیم میں اس شہر کی تھی دھاک بڑی  
ہر گلی کوچہ تھا اس شہر کا صدرِ شک ارم  
سڑکیں وہ پاک کہ ہوں عارضِ خوابِ محب  
غیرِ چشمہٴ حیاں تھا ہر اک چشمہٴ آب  
گرچہ اب خاک سی اُرتی ہے دے اس بھی  
چھین لیتے تھے بس اک نیم نگہ میں دل کو  
وہ ہنرمند کہاں اور کہاں اہل کمال  
کون ایسا ہو کہ جس پر نہیں صد مہاس کا  
ہائے رے حسرتِ دیدارِ کراخِ شدگان  
وہ گلِ اندام جو پھولوں میں پئے تلتے تھے  
نہ وہ گانا نہ بجا نا نہ وہ میلے ٹھیلے  
سینہ کو بی ہو کبھی اور کبھی آہ و فغاں  
احمرِ پاک کی خاطر تھی خدا کو منظور  
چاندنی پرچوک کا عالم نہ دریغ کا وحسن  
کالے آئے تھے یہ کیا کالی بلا آئی تھی  
ہائے رے حُب و وطن صد اٹھائے کیا کیا  
گھر چھا شہر چھا پر نہ چھٹے حضرتِ عشق  
تشکر صد تشکر کہ حکامِ عدالت گستر

نہ وہ رفعت ہو نہ شوکت ہو نہ نشانِ دہلی  
کوئی دنیا میں نہ تھا شہرِ بشارِ دہلی  
غیرتِ خلد تھا ہر ایک مکانِ دہلی  
صاف جوں آئینہ ہر ایک کانِ دہلی  
رنگِ تسنیم تھی ہر نہرِ روانِ دہلی  
روکشِ بادِ بہاری ہو خزانِ دہلی  
آفتِ جان تھے وہ آفتِ جانِ دہلی  
اُن کے مٹنے سے مٹی شوکتِ نشانِ دہلی  
جلدِ ماہ پہ ہو داغِ زبانِ دہلی  
گھڑیاں سر پہ ہیں اور ہیں نگہ انِ دہلی  
ہوئے پامالِ خزاں آہِ بسانِ دہلی  
اہلِ عشرتِ شب سب مرثیہ خوانِ دہلی  
لب پہ نالہ ہو کبھی گاہِ بیانِ دہلی  
وہ نہ قرآن اُترتا بزمِ بانِ دہلی  
خاص بازار کی زینت نہ وہ آئینِ دہلی  
ہو گئے خاکِ بھر خور و کلانِ دہلی  
اُس پہ بھی آن بسے لوگ میانِ دہلی  
طرفِ معجون میں یہ پیرو جانِ دہلی  
باعثِ امن ہوئے آکے میانِ دہلی

<p>.....یہ جی یہ چاہے ہوئے جانے بیان دہلی</p>	<p>پھر ہر منظور بدل زینت و رونق بہا کی شعر جاسوزیہ دوچار تجل نے کہے</p>
<p>ایضا آگ لگ جائے تجھے بادِ خزانِ دہلی بیٹھے اس طرح سے ہیں غمزدگانِ دہلی خود جلے بیٹھے ہیں دل سو خٹکانِ دہلی پیشیں کس کس کو بھلا ماتمیانِ دہلی بیٹھ کر روئیں کہاں فوجِ گرانِ دہلی نہ وہ بازار نہ وہ سیرکنانِ دہلی نہ وہ چشمک زنی ماہِ رخاںِ دہلی کچھ نئی وضع سے ہیں غش و ضعانِ دہلی نہ وہ زبا و خداس نہ بتانِ دہلی اب خدا جانے کہاں ہیں بتانِ دہلی یاد جب آتے ہیں وہ شعلہ خانِ دہلی فاقہ مستی میں وہ ہیں عشرتیاںِ دہلی ایسے انداز کے تھے خوش گمانِ دہلی فخر یوسف پہ کریں کج کلہانِ دہلی</p>	<p>مل گئے خاک میں سب غنچہ لبانِ دہلی چشمِ مناکِ دل افسردہ ہر صدیادہ جگر اور مت آگ لگا شمع خیالِ جاناں در بدرِ خوار پھرے مالِ لُٹا شہر چھٹا نہ محافل نہ مجالس نہ الگ گوشہ کوئی نہ وہ ناکونہ پری چہرہ نہ مژدلباب نہ طرہ داروں کا بن محسن کے بھٹنا نہ شام نہ وہ عشوہ نہ وہ شوخی نہ وہ غمزہ نہ ادا مسجد جامع کی رونق نہ وہ گزری کی بہار سمرنگون تھے تھیلیاں دیکھ کے جن کو زاہد ہائے رے سوزِ محبت کہ بھپکا جاتا ہوں مالِ مستی سے جھینس موش نہ تھا دُنیا کا چو کر ڈی بھولتے تھے دیکھ غزالانِ فتن طعنہ زن ہو دیں لیجا بہ یہاں کے عشاق</p>
<p>مشتغل اپنا تجمل کرے کیا خاکِ رقم ہم نشیں اس کے ہیں کل ماتمیانِ دہلی</p>	<p>نہ ایک مصرعہ کتا بہتائیں رہ گیا یعنی اہل میں ہیں جو۔</p>

ایضاً

پھر ہوا رنج و ملالِ دہلی سرد کچھ پاتا ہوں حالِ دہلی لٹ گیا مال و منالِ دہلی کیا ہوئے اہل کمالِ دہلی آفت جاں ہر زوالِ دہلی تھا عجب حسن و جمالِ دہلی دیکھ کر دستِ نوالِ دہلی سب کے لب پر ہی سوالِ دہلی کون کہتا ہی مثالِ دہلی چرخ کی جاں پہ وبالِ دہلی دیکھ کر جنگ و جدالِ دہلی دیکھئے کیا ہو مالِ دہلی اب ترحم ہو بحالِ دہلی	پھر بندھا دل پہ خیالِ دہلی پھرنے سرے سے پیشِ ہر دل کو مٹ گیا عیش و تنعمِ سب کا ڈھونڈتی پھرتی ہیں آنکھیں ہر جا تھی غضب اس کی ترقی ہو رہی جان دیتے تھے جہاں کے دلبر حاکم طائی چھپا زیرِ زمیں جس کو دیکھا اُسے خواہاں اُس کا خلد اک بارِ خزاں دیدہ ہو ہنیں بچنے کا پرٹے گا بے شک کا نپا بس خوف سے مرنجِ فلک ابتدا جیسی ہوئی خوب ہوئی بس سچل کی دعا ہی خدا
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

ایضاً

وہ مکاں مجھ کو نظر آئے نہ اس جادو میں نہ وہ خوبی سڑک اور نہ صفائیِ زمیں نہ پریزا دول کا وہ خلق نہ حسنِ نمکیں نہ کوئی ماہِ لقا اور نہ کوئی زہنِ جمیں	پھرتے چلتے جو میں آنکلا بشہرِ دہلی نہ دکاؤں کی وہ رونق نہ وہ لطفِ بانار نہ کٹوروں کی وہ جھنکار نہ شورِ خلقت نہ وہ کوٹھوں کی سجادت نہ وہ کمروں کی نو
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

سب طرف دیکھا نہ پایا کوئی داں دل  
چرخِ بدکیش کو کیا کوسوں نہ چھوٹے اس نے  
ایسے ایسے تھے کہ اچھوں کو غش آجاتے تھے  
خوں لایا انھیں جلا د فلک نے کیا کیا  
ملنا دُشوار ہوا اب اُن سے تو ای پیک خیال  
لگ گئی کس کی نظر کون تھا ایسا بخت  
باع کی سمت آیا تو میں کیا دیکھتا ہوں  
جس طرف دیکھا تو ایک ہیر تھا خار جس کا  
سو سو ٹھکھیلی سی چلتی تھی جہاں باد نسیم  
عندلیبان چمن چھپے کرتے تھے جہاں  
کھتی جہاں نغمہ سرائی طیو رنگاشن  
آشیائے ہیں ہاں زراغ و زرغن کے صد  
چوب بوسیدہ کا انبار پڑا تھا کہ جہاں  
تودہ تودہ تھا پڑا ہاے داں بولِ براز  
چھپے قہقہے میں جن کی گزرتی اوقات  
دیکھ یہ حال بصد حسرت و صد یاس و لم

دل مضطرب نے کسی جاے نہ پائی تسکین  
وہ تراکت بھڑے انسان وہ اہل تکس  
کھول دیتے تھے جدھر اپنی وہ لہر مشکس  
وہم سے کرتے نہ جو ہاتھ حنا سے رنگیں  
دل بیتا کج کس طرح سے آجاے یقیں  
کو رہو جاے الہی کہیں چشمِ بد ہیں  
خاک سی اڑتی ہو گل لٹے کا داں نام نہیں  
نہ تو زکس ہتی نہ سوسن نہ سمن فی نسرس  
بادِ مصر کا بھی دیکھا تو نہ تھا نام کہیں  
ایک چڑیا بھی نہ دیکھی ہاں کرتی ہیں ہیں  
مرثیہ خواووں کی سی آئے ہوا وازِ حزیں  
تھے جہاں سیکڑوں طاووسِ ناروں شاہیں  
سرو نوخیز کھڑے ہتے بزیب و تزیں  
جس جگہ رہتی تھی آراستہ بزمِ رنگیں  
مثلِ اتمِ زدہ بیٹھے نظر آئے غلگس  
بس تجمل نے پڑھا مطلعِ ثاقب وہیں

او کہن سالِ فلک دشمنِ جانِ دہلی  
کیا ترے ہاتھ لگا کھوکے نشانِ دہلی

## تشنہ محمد علی مرحوم دہلوی

خوش فکر مگر آزاد منش اور رند مشرب تھے۔ پیٹے ذوق مرحوم سے اور بعد کو عیش مرحوم سے اصلاح لیتے تھے۔ پہلے پہل میں بمقام ریاست اور انتقال ہوا۔ (بعض اوقات برہنہ بھی رہتے تھے)

عجیب کوچہ رشتکِ جاناں تھا دہلی کا	بہشت کہتے ہیں جس کو مکان تھا دہلی کا
دلغ بر سر ہفت آسمان تھا دہلی کا	خطاب خطہ ہندوستان تھا دہلی کا

غضب ہو اُس کو کوئی شاد ماں نہ دیکھ سکا	زمین نہ دیکھ سکی آسمان نہ دیکھ سکا
----------------------------------------	------------------------------------

ہزاروں زلف پر پوش کے یاں تھے سوئی	ہزاروں میکش وینو ازمست فصہائی
مشرابِ عیش پلاتا تھا چرخِ مینائی	قبول کرتے تھے اس در کی سب جیس سائی

جو آتا تھا سو وہ ہو رہتا تھا اسی گھر کا	زمین کی ناف ہو کنبہ ہو بطنِ مادر کا
-----------------------------------------	-------------------------------------

یہاں کی خاک میں کیفیتِ ابر بار کی	یہاں کے آب میں تاثیرِ آبِ حیات کی
یہاں کی بادِ بہاری ہوا زمستان کی	یہاں کی آگ میں گرمی تھی خلد ویاں کی

ہر ایک شخص کے حق میں یہ شہر اچھا تھا	مریضِ عشق کے بھی داسے مسیحا تھا
--------------------------------------	---------------------------------

وہ تختِ سلطنت و بارگاہِ سلطانی	کہ جس میں بیٹھتے تھے آکے ظلِ سبحانی
پروں سے سر پہ ہما کرتا تھا گس انی	بجا اس اوج پہ تھا دعویٰ سلیمانی

ہر ایک قصر کو دعویٰ تھا طاق کسر لے کا داغ عرش پہ تھا قلم مصلے کا	خرائج دیتے تھے سب بادشاہ روئے زمیں درم کا پنتے تھے اُس سے چین اور ماچین	ایسی زمانہ میں ایسا تھا یاں کا تخت نشین نخا و ملک فتن سب تھے اُس کے زیر نگین
دیارِ ہند تھا مشہورِ حلق نام اُس کا چراغِ روم سے جلتا تھا تا بہ شام اُس کا	تمام ہو گیا تاج تک وال اور جاہ رعیت ان کی ہوئی اُن سے بھی یادہ تباہ	زل کی آنکھ پڑی اتفاق سے ناگاہ گدا سے ہو گئے بدتر غریب شاہنشاہ
وہ سا ہو کار نہ تھا جس کی ساکھ میں بنا اب اُس کے نام پہ لگتا ہو لاکھ میں بنا	نظر نہ ایسی ابھی کسی چمن کو لگے جو ایک تار بھی باقی ہو تو کفن کو لگے	یہ لوگ کہنے لگے اک اس وطن کو لگے مٹانے اہل سخن صاحب سخن کو لگے
تمام شہر تلنگوں نے آکے لوٹ لیا منزل ہو بھوکوں کو تلنگوں نے آکے لوٹ لیا	ای میں خیر ہو جو شہر سے گل جائیں جو کچھ ہو چھوڑ بہاں صاحبِ دل جائیں	یہ یہ حکم کہ سب ک یاں سے تل جائیں دبے ہیں بچے تو دکھلا کے یہاں تل جائیں
نہ سر پہ ٹوپی ہو اُن کے نہ پاؤں میں جوتی بغل میں ملوٹی کا پنجرہ نبی جی بھیجو جی	کہ جن کے ہاتھ میں لٹھی تھی تل گرز نکیر	سیان راہ کھڑے تھے وہ رہنمائی پہر

یہ کہہ رہے تھے کہ آگے بڑھو صغیر و کبیر	کہاں سے کھینچ کے لائی تھیں کہاں تقدیر
سب ان کے خوف سے کرتے تھے آہ و نالے لوگ	مثال غول بیاباں تھے گاؤں ولے لوگ
گرہ ٹوٹی کسی کی کمر پہ ڈالا ہاتھ	ہر ایک مضطرب و خستہ جگر پہ ڈالا ہاتھ
پدر کو چھوڑ دیا تو پسر پہ ڈالا ہاتھ	جو سر برہنہ تھا اُس کے بھی سر پہ ڈالا ہاتھ
الہی ہاتھ نہ ٹوٹے ستم شعاروں کے	کہ ہاتھ دھوکے پڑے پیچھے خاںساروں کے
میاں جو آن کے دیھی تو دار کی صورت	وہ دار کہیے جسے ذوالفقار کی صورت
مٹا دی چشم زدوں میں ہزار کی صورت	نظر پڑی نہ کسی بے قرار کی صورت
برنگ تیر شہاب آگ میں جلے لاکھوں	سپر و دار و رسن ہو گئے گلے لاکھوں
مکاں کو آگے جو دیکھا تو لامکاں ہو وہ	جہاں نہ چند بھی بیٹھے اب نشیاں ہو وہ
جو شہر یار کو پوچھا کہو کہاں ہو وہ	تو یہ سنا کہ گھنڈہ دیکھ لو نشان ہو وہ
نہ اہل شہر رہے اور نہ شہر یار رہا	رہا تو نام ہی خالق کا برقرار رہا
رہی نہ جس محبت کی اب خبر دیاری	جو یوسف آئیں ہو تو بھی گرم بازاری
اٹھائے کون حسینوں کی ناز برداری	لگائے دل کو کوئی جان کس کو بھاری
بقول شخص عجب ملک حسن بستی ہو	کہ دل سی چیز بہان کوٹیوں کو سستی ہو



<p>رہا نہ گانے سے شوق اور نہ بجانے سے وفا و مہر تلک اٹھ گئی زمانے سے</p>	<p>کسی کا دل نہیں اس دور میں ٹھکانے سے غرض نہ غیر سے مطلب نہ ہی بگانے سے</p>
<p>کہاں سے لائیں وہ پہلی سی آبِ دامعشوق اسی سبب سے ہیں مشہور بے وفا معشوق</p>	
<p>تو یوں کہیں کہیں آپ ہی حرارت ہے تم اپنا کام کرو جاؤ تم کو صحت ہے</p>	<p>کوئی کہے کہ تپِ غم کی بس کہ شدت ہے چڑھا ہوا ہے بخار آج کل یہ فوبت ہے</p>
<p>مریض جا کے کرے کیا کہ طعن کرتے ہیں طیب اپنا مرض خود بیان کرتے ہیں</p>	
<p>وہ بیٹھے رہتے ہیں اتے ہیں رنجائے ہیں تو دل ہی ل میں خونِ جگر کو کھاتے ہیں</p>	<p>جو شعر کہتے ہیں اور لوگوں کو سناتے ہیں جو قدم دان نہیں اپنا کسی کو پاتے ہیں</p>
<p>غزل کا ذکر نہ چو چا کسی بگانے سے مذاقِ شعر و سخن اٹھ گیا زمانے سے</p>	
<p><b>تذکرہ نواب شہاب الدین احمد خاں مرحوم دہلوی</b>          خلیفہ کبر نوابیہ الدین احمد خاں علی ہار و میں غم دہلی شاگرد ملا غلام محمد صاحب واریل بمبر و سال انتقال ہوا۔</p>	
<p>کیا ترے ہاتھ لگا کھوکے نشانِ دہلی وائے صدوائے مٹی شوکتِ شانِ دہلی دلی والوں کو ہو جنت پہ گمانِ دہلی ہے بہا چین د ہر خزانِ دہلی بختِ خاں جی ہوئے جب باجِ ستانِ دہلی</p>	<p>ہے کہن سالِ فلکِ سخن جانِ دہلی حیف صد حیف کھڑی شاہجہانی تعمیر وہاں قلعہ ہے نہ دریا بہ نہ شرک پھر کیونکر اس کی ویرانی سے آباد ہوئے اور بلاد اہلِ دہلی نہ کریں بختِ کاشک وہ کیونکر</p>

<p>کچھ جو باقی ہیں سو ہیں مرتبہ خوان دہلی تب یہ آباد ہوئے چند مکان دہلی کہ جسے خلق کہے شاہجہان دہلی کہ سلامت ہے فیض رسان دہلی پھر ہو آراستہ ہر ایک مکان دہلی ہو بجا کہیں اگر روح روان دہلی کہ صنم خانہ چیں ہو نگران دہلی کہ کہیں گے ہم آستہ بخت جوان دہلی کہ قسم کھائے ہو فردوس بجان دہلی</p>	<p>سحر آہنگ مغنی تھے ہزاروں اور اب حاکم عادل و دانا کو خدائے بھیجا کون وہ و اور جم مرتبہ کو پر صاحب شہر والوں کو یہی درد زبان ہو شب و روز پھر وہی مسجد جامع کے ہی بازار کی دھوم پاس مسجد کے شفا خانہ ہو ایسا کہ جسے قلعہ میں ہو وہ پریناد عجائب خانہ چاندنی چوک بگڑ کر وہ بنا از سر نو چوک کے باغ میں وہ رنگ ہو آرائش کا</p>
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

اہل ایریاں یہ غزل سن کے کہیں کے بیشک  
بودن ناقب مگر از اہل زبان دہلی

## حسامی۔ مرزا حسام الدین حیدر مرحوم۔ دہلوی

ان کے والد کا نام مرزا خانی تھا بکرمعاش سے تعلیم کی جہت نہ ملی۔ موزنی طبع سے شعر کہتے  
تھے۔ موسیقی میں بھی دخل تھا اور اپنا کلام خود گاتے تھے۔ داستان گوئی اور جلاکاری ذریعہ معاش  
تھا۔ ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں زندہ تھے۔

<p>کردن غم ستم کا میں بیان مرا غم سے سیرہ نگار ہو وہ خطاب اس کا تو مٹ گیا تھا ہوا جزا دیار ہو جسے دیکھا حاکم وقت کہا یہ تو قابل دار ہو</p>	<p>کئی ایک بیک ہو اہل بیت نہیں دل کو میسر قرار ہو وے شہر دہلی یہ تھا چمن کہ تھا سطح کا بیابان ہو یہ عایا ہند تباہ ہوئی کہو کیا کیا ان پہ جفا ہوئی</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

لے طوق قید میں جُبا نہیں کہا بے گل کے یہ ہار ہو  
وہ ہیں تنگ حسی کے جوئے ہاتن پان کے نہ تار ہو  
جیسے جیسے ہم نے گناہ کیے یہ نہیں گناہوں کا ہار ہو  
جسے دیکھتا ہوں تُو اہو ایسے گلے میں شکوں کا ہار ہو  
بچے غم سے نکلے جو دم مرا نکلے اسی زندگی کا ہار ہو  
یاں ہا بریق خزان مونی دامن خزان بھول کے بہار ہو  
وے کلمہ گو یوں کی طرف سے بھی اُن کے واسطے غار ہو  
چلا تیرا بل کا بھی شہر میں کیلا کھوں کاجسے شکار ہو  
بھلا کون یہ نہیں جانتا کہ خزان کے پیچھے بہار ہو  
نہ فین کوئی کسی کا یاں نہ کسی کا کوئی بھی یار ہو

شب و ز بھولوں میں جو تئیں نکسوں غنیمت چھپ لیں  
جو سہلے ک کہتے تھے اوئے اب ہیں دیکھو کس طرح طور  
یہ جو بوائے تھے پیر بھول کے ہیں نہیں رہتی پھل لگے  
پڑی کے جانور ایسی بن کر نہتے تھے بھوک ہرن  
یہ بال ترق ہو سرمہ نہیں جان جانے کا ڈر دور  
یہاں حال تک ہے سب ہی کہہ کر تمہ قدرتِ بے تاب کا  
یہ غم کسی نے بھی ہو نہ کر دی پانی لکھوں کو بے گنہ  
نہ تو دیکھنا ہی ہو غیر میں ہو اپنا یاں کئی نہ ہر  
دچس نے غم ہو یہ بر ملا تو خوشی بھی دیا وہی خدا  
یہ مانہ وہ ہو برا نکلتا چلوچ کے سب الگ الگ

کیا حسامی ڈب تجھے حشر کا جو خدا رکھے تجھے بر ملا  
تجھے ہو دسیلہ سول کا کہ وہ تیرا حامی کا رہی

## حالی - مولنا الطاف حسین مرحوم پانی پتی

والد کا نام خواجہ ایند بخش انصاری تھا ۱۲۸۷ء میں پیدا ہوئے پہلے شیعتہ مرحوم کے گور  
بعد کو مرزا غالب مرحوم کے شاگرد ہوئے ۳۰ - ۴۵ سال کی مشن سخن کے بعد شاعری کی روش بدل کر  
”مرد و جزر اسلام“ مشہور اور مقبول مسدس لکھا ۳۰ دسمبر ۱۹۱۷ء میں انتقال کیا۔ یہ غزل  
شرکت مشاعرہ کی آخری یادگار ہو۔ اس کے بعد مشاعرے میں غزل نہیں پڑھی یہ غزل لی بیانیہ مرثیہ اور سب

جیتے جی موت کے تم منہ میں نہ جانا ہرگز  
دوستو دل نہ لگانا نہ لگانا ہرگز

عشق بھی ناک میں بیٹھا ہے نظراؤں کی  
زال کی پہلی ہی رسم کو نصیحت یہ تھی  
چاہت اک طلعتِ مکروہ ہو برق میں ناں  
ہاتھ ملنے نہ ہوں پیری میں اگر حسرت  
جتنے رُخنے تھے تھے ہو گئے ویراں عشق  
کوئی جب کہ گئے دلی سے تھے قدرِ شاس  
تذکرہ دہلی مرحوم کا اردو ست نہ چھوڑ  
داستانِ گل کی خزاں میں نہ سُنا ڈول  
ڈھونڈتا ہوں شوریہ بہانے مطرب  
صحبتیں اگلی مصو رہیں یاد آئیں گی  
موجزن دل میں میں باغِ غن کے دریا اچھم  
لیکے داغ آئے گا سینے پہ بہت اویسیاں  
چچے چیتے پہ ہیں یاں گوہرِ یکتا تہ خاک  
مٹ گئے تیرے مٹانے کے نشان بھی اب  
وہ تو بھولے تھے ہم بھی اُٹھیں بھول گئے  
جس کو زخموں سے حوادث کے اچھوتا سمجھیں  
ہم کو گرتے رُلا یا تو رُلا یا اویسیاں  
یا خود روئیں گے کیا ان پہ جہاں و قہار  
آخری وریں بھی تجھ کو قسم ہو ساقی

دیکھنا شیر سے آنکھیں نہ لڑانا ہرگز  
زُومیں تیر صفتِ فرماں کی نہ جانا ہرگز  
کسی دلالہ کے دھوکے میں نہ آنا ہرگز  
تو جوانی میں نہ یہ روگ بسانا ہرگز  
آگے دیراؤں میں اب گھر نہ بسانا ہرگز  
قدر یہاں کے اب اپنی نہ گنونا ہرگز  
نہ سُنا جائے گا ہم سے یہ فسانہ ہرگز  
ہنستے ہنستے ہمیں ظالم نہ رلانا ہرگز  
در داگیز غزل کوئی نہ گانا ہرگز  
کوئی دلچسپ مرقع نہ دکھانا ہرگز  
دیکھنا اب سے آنکھیں نہ چرانا ہرگز  
دیکھ اس شہر کے کھنڈروں میں نہ جانا ہرگز  
دفن ہوگا کہیں اتنا نہ خزانہ ہرگز  
اویسیاں سے زیادہ نہ مٹانا ہرگز  
ایسا بدلاؤ نہ بدلے گا زمانا ہرگز  
نظر آتا نہیں ایک ایسا گھولتا ہرگز  
ہم پہ غیروں کو تو ظالم نہ ہنسنا ہرگز  
ان کی ہنستی ہوئی شکلوں پہ نہ جانا ہرگز  
بھر کے اک جام نہ پیاسوں کو پلانا ہرگز

<p>نہ ابھی نیند کے ماتوں کو جگانا ہرگز ہیں اس دور میں یہاں تیرا ٹھکانا ہرگز ہم کو بھولے ہو تو گھر بھول نہ جانا ہرگز یاد کر کر کے اُسے جی نہ کڑھانا ہرگز اب دکھائے گا یہ شکلیں نہ زمانا ہرگز شعر کا نام نہ لے گا کوئی دانا ہرگز ور نہ یاں کوئی نہ تھا ہم میں گانا ہرگز نہ سنے گا کوئی بلبل کا ترانہ ہرگز اب نہ دیکھو گے کبھی لعلِ مشابہ ہرگز</p>	<p>بخت سوے ہیں بہت لگے ہو دوناں یہاں سے رخصت ہوئیے کس ایویش و نفا کبھی ایو علم و ہنر گھر تھا تمھارا دلی شاعری مرچے اب زندہ نہ ہوگی یارو غالب شیعفہ و نیز و آرزو و ذوق مومن و خلوی و صہبائی و ممنون کعبہ کرد یا مر کے یگانوں نے یگانہ ہم کو دلغ و مجروح کوس لو کہ پھر گلشن میں رات آخر ہوئی اور بزم ہوئی بیاد</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

بزمِ ماتم تو نہیں۔ بزمِ سخن ہو حالی  
یاں مناسب نہیں رو رو کے رُلانا ہرگز

## داغ۔ نواب مرزا خاں مرحوم۔ دہلوی

سلطان الشعرا بلبل ہندوستان۔ جہاں اُستادِ ناظمِ یارِ جگ۔ دبیر الدولہ فصیح الکلام  
۱۲ ربیع الثانی ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۵۷ء دہلی تاج محل میں پیدا ہوئے ۱۱-۱۲ برس کی عمر میں سب سے پہلی  
غزل نواب شیعفہ مرحوم کے مشاعرے میں پڑھی قلعہ چھوڑنے کے بعد ۳۴ سال ریاست رامپور میں رہے  
اور نواب رامپور کے ساتھ حرمِ نثرین کی زیارت سے مشرف ہوئے ۱۳۰۵ھ میں  
میں حیدرآباد پہنچے ۶ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ سے بحیثیت اُستادِ نظام ایک ہزار روپیہ وظیفہ مقرّر ہو گیا  
اور دو دانہ امیدداری کی تنخواہ بھی اسی حساب سے ملی۔ مسائل تک حیدرآباد رہ کر ۱۳۲۲ھ

مطابن، ارغوری شہر کو آٹھ روز مرض فالج میں مبتلا رہ کر حیدر آباد میں انتقال ہوا۔ وہیں  
یوسف شریف صاحب کی درگاہ میں دفن کیے گئے۔

فلک زمین و ملائک جناب تھی ولی	بہشت و خلد میں بھی انتخاب تھی ولی
جواب کا ہے کو تھا لا جواب تھی ولی	مگر خیال سے دیکھا تو خواب تھی ولی

پڑھی ہیں آنکھیں ہاں جو جگہ تھی نگہ کی	
تجربہ نہیں کہ اسے کھا گئی نظر رس کی	

یہ شہر وہ ہے کہ ہر انس و جان کا دل تھا	یہ شہر وہ ہے کہ ہر قدردان کا دل تھا
یہ شہر وہ ہے کہ ہندوستان کا دل تھا	یہ شہر وہ ہے کہ سارے جہان کا دل تھا

مہی نہ آدمی یہاں سنگ و خشت کی صورت	
رہی ہوئی تھی جو ساری بہشت کی صورت	

یہاں کی شام تھی مانند صبح نورانی	یہاں کے ذرہ میں تھی مہر کی درخشانی
یہاں کے سنگ سے تیرہ تھا لعل رسانی	یہاں کی خاک سے ہوتا تھا آئینہ پانی

یہ شہر وہ ہے کہ یہ بھی نور تھا اس کا	
چراغ رشک تجلی ظہور تھا اس کا	

فلک تھا خوبی حسن و جمال کا دشمن	صبح عشرت و شام وصال کا دشمن
عدوئے اہل کمال اور کمال کا دشمن	غرض کہ اب تو ہوا جان و مال کا دشمن

یہ مفت برج و ناستی ہیں فقہ جاں کے لیے	
خضر بھی روئیں گے اب عمر جاوداں کے لیے	

عنا پرستی کے بدلے جفا پرستی ہے	جو مال مست تھے اب ان کو فاقہ مستی ہے
--------------------------------	--------------------------------------

بجائے ابرِ کرم مفلسی پرستی ہو	بنگ جینے سے ہیں ایسی تنگ سستی ہو
غضب میں آئی رعیت بلا میں شہر آیا	یہ پوری نہیں آئے خدا کا قہر آیا
زباں سے کہتے ہوئے دین دین لئے لیں	یہ جانتے ہی نہ تھے چیز کیا ہو دین متیں
روا نہ تھا کسی مذہب میں جو وہ کام کیا	غرض وہ کام کیا کام ہی تمام کیا
فلک نے قہر و غضب تک تاک کر ڈالا	یکایک ایک جہاں کو ہلاک کر ڈالا
تمام پردہ ناموس چاک کر ڈالا	غرضکہ لاکھ کا گھر اس نے خاک کر ڈالا
جلس ہیں دھوپ میں شکلیں جو مہتاب کی تھیں	نکھیں ہیں کانوں پہ جو پتیاں گلاب کی تھیں
عجیب شکل گل و گلستاں نظر آئی	جب تھکے تاملہ خو پنچکلاں نظر آئی
پڑیں جدھر کو منگا ہیں خزاں نظر آئی	تو کوئی عیش کی صورت نہ یاں نظر آئی
وہ گلرخان سمن بر کے ہتھکے نہ رہے	وہ بلبلاں خوش الحان کے چھپے نہ رہے
کھلایا زہر ستمگر نے پان کے بدلے	نصیب دار ہوئی ہی نشان کے بدلے
پلایا خون جگر پیچان کے بدلے	ملا نہ گور گڑھا بھی مکان کے بدلے
عداوتِ فلک کی نہ ساز تو دیکھو	اور اس پہ اس ستم آرا کے ناز تو دیکھو

لہو کے چشمے ہیں چشمِ پُر آب کی صورت لٹے ہیں گھر دل خانہ خراب کی صورت	شکستہ کا سہ سر ہیں جناب کی صورت کہاں یہ حشر میں تو بہ عذاب کی صورت
زبانِ یخ سے پریش ہو داد خواہوں کی رسن ہو طوق ہو گردن ہو بے گناہوں کی	
نہیں کے حال پہ اب آسمان روتا ہو نہ طفل و عورت و پیر و جوان روتا ہو	ہر اک فراق میں مکان میں روتا ہو غرض یہاں کے لئے ایک جہان روتا ہو
جو کہیے جو شش طوفاں نہیں کہی جاتی یہاں تو فوج کی کشتی بھی دُوب ہی جاتی	
بزرگ بے سگلی اہل جن چین سے چلے نہ پوچھو زندوں کو بیچارے کس چلنے سے چلے	غریب چھوٹے اپنا وطن وطن سے چلے قیامت آئی کہ مڑے محل کفن سے چلے
مقام امن جو ڈھونڈا تو راہ بھی نہ ملی یہ قبر تھا کہ حنہ کی پناہ بھی نہ ملی	
یہ خاصیت تو نہ رکھتی تھی نہ ہر کی گرمی نہ دیکھیں جو نگہ چشم و تہر کی گرمی	یہاں تھی شعلہ عذارِ ان شہر کی گرمی اٹکھائیں ہائے وہ جلتی دو پہر کی گرمی
پیش سے ایک بیابانِ آفتاب ہوئی زمین مگر کرہ ناز کا جواب ہوئی	
جگہ جگہ تھے زمیندار دار کی صورت بلا سے کم نہ تھی ہر ایک گنواہ کی صورت	چڑھے ہی آتے تھے سر پر بخار کی صورت پھپی نہ ان سے پر اہل دیار کی صورت
کسی جگہ جو کوئی ہو کے بے قرار آیا	



تو اہل قریہ یہ بولے کہ لو شکار آیا	
زبان بدلیں تو صورت بدل نہیں آتی کسی طرح کسی پہلو سے کل نہیں آتی	میں جو خاک بھی منہ پر تول نہیں آتی پکارتے ہیں اہل کو اہل نہیں آتی
جو سر کو پھونزیں تو پتھر پرے سر گتے ہیں جو لوٹیں کانٹوں پہ کانٹے الگ کھسکتے ہیں	
بنا ہر خال سیہ رنگ مہ جالوں کا جو زور آہوں کا لب پر تو شور مالدوں کا	دوتا ہوا ہر قدر رست ہونہالوں کا عجیب حال دگرگوں ہر دلی دالوں کا
کوئی مراد جو چاہی حصول بھی نہ ہوئی دعاے مرگ جو مانگی قبول بھی نہ ہوئی	
پایدہ پاہوں والے شہسوار صد افسوس ذلیل و خوار ہوں اہل و قار صد افسوس	لہو کے گھونٹ میں بادہ خوار صد افسوس ہزار حیف دل بے قرار صد افسوس
جھکے ہیں بارالم سے تنے ہوئے کیسے بگر گئے ہیں دیکھ ایک بنے ہوئے کیسے	
پے بجا سبہ پریش ہر نکتہ دانوں کی جو نوکری ہو تو اب یہ ہر نوجوانوں کی	تلاش بہر سیاست ہو خوش بانوں کی کہ حکم عام ہو بھرتی ہو قید خانوں کی
یہ اہل سیف و قلم کا ہو جبکہ حال تنہا کمال کیوں نہ پھرے در بدر کمال تنہا	
غضب ہو بختِ برائے ہمارے ہو جائیں جو پانی مانگیں تو دریا کنڈے ہو جائیں	جو دلے چاہیں تو خرمن شراے ہو جائیں کہ ہیں جو لعل و گہر شاہ پائے ہو جائیں

	<p>پس جو آب بقا بھی تو نہ رہا ہو جائے جو چاہیں رحمت باری تو قبر ہو جائے</p>
<p>ملا نہ تخت شرا تک کہیں پتا اپنا بجز خدا کے نہیں کوئی نا خدا اپنا</p>	<p>جہاز ایسا بنا ہی میں آگیا اپنا ربانہ آہ زمانے میں آشنا اپنا</p>
<p>کسی سے ڈوبے ہوئے ایسے کب نکلتے ہیں یہاں سے حضرت الیاس بچکے چلتے ہیں</p>	
<p>یہ وہ جگہ ہو کہ شامت پہ شامت آتی ہو یہ وہ جگہ ہو کہ حسرت پہ حسرت آتی ہو</p>	<p>یہ وہ جگہ ہو کہ عبرت پہ عبرت آتی ہو یہ وہ جگہ ہو کہ آفت پہ آفت آتی ہو</p>
<p>یہ وہ جگہ ہو جہاں بکسی بھی فرڈ جائے یہ وہ جگہ ہو اجل غف کھا کے مر جائے</p>	
<p>لکھوں کہاں تک اس آسمان کی جلادی کہ دل غ دغا ہو ہر دل ہر ایک فریادی</p>	<p>کہاں تک لکھوں اس کا حال بربادی کسی کو قیدِ من سے نہیں ہو آزادی</p>
<p>الہی پھر اسے آباد و شاد دکھلائے الہی پھر اسے حسبِ مراد دکھلائے</p>	
<p>ایضاً</p>	
<p>تھامرا نام و نشانِ نام نشانِ ملی پور بنے پہلے اڑتے تھے زبانِ دہلی لے گئے سر پہ ملک تھے مکانِ دہلی</p>	<p>ویں مٹا جیسے کہ دہلی سے گمانِ دہلی لے گئے لوٹ کے اب شوکتِ شانِ دہلی دلی والوں کے لیے تازہ بنے گی جنت</p>

<p>گرم ہنگامہ ہوئے لالہ رخاں پنجاب          رشکِ ثمنشاد تھا ہر خوش قسم ہر خوش - فگار          عارضِ صاف تھا ایک ایک مصفا بازا          اس سے بڑھ کر کوئی محشر میں نہیں مل جاتا          دیدیا فوج کو حکام نے انعام میں سب          قلعہ کی بیچ کا میدان پھر اس میں مٹرک          گریہ میدان نہ ہوتا تو ٹھکانا ہی نہ تھا          روکش سکندر اسے کہیے تو بجا          یا خدا مسجد جامع کا رہے نام بلند          نیز وغالب و آزرہ سے پھر لوگوں</p>	<p>کل کھلائے ہیں نئے تو نے خزانِ دہلی          سرو آزاد تھا ایک ایک جوانِ دہلی          چشم پر جلوہ تھی ایک ایک کانِ دہلی          بس ملی ہوگا کہ ہم اور بیانِ دہلی          گنجِ قاروں سے نوں گنجِ نہانِ دہلی          کہ بدل کہیے جسے ہر دل و جانِ دہلی          تنگ ہی رہتی سدا روحِ رواںِ دہلی          فتح گدھ ہی جو پہاڑی بہ قرآنِ دہلی          کعبہ والے کہیں وہ آئی اذانِ دہلی          داغ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دانِ دہلی</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

## راقم۔ مرزا حسین علی خاں مرحوم۔ دہلوی

عارفِ مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ شدتِ رنج یا کثرتِ غم سے ایک ہی مطلع کہا  
 مگر بہت ہی جل کر کہا یہ شعر عین جب یہ مطلع لکھا زندہ تھے۔

مٹ گیا خوب ہوا نام و نشانِ ملی | کس کی پاپوش بنے مرثیہ خوانِ ملی

## رضوان بٹمشاد علی بیگ خاں مرحوم دہلوی

سالکِ دہلوی کے بڑے بھائی اور مرزا غالب کے شاگرد تھے بلند پرواز شاعر تھے۔

۱۲۹۳ھ میں بہرہ سال انتقال کیا۔  
 ۱۸۷۶ء

<p>دلِ خون گشتہ پہ ہر دلیغ زبانِ دہلی  عش سے بڑھ کے ہر کچھ فحشِ غنِ دہلی  چیدہ عالمِ ارواحِ جہانِ دہلی  حضرتِ قلعہ کو ٹھیرائے جانِ دہلی  ہم نے دیکھا نہ کوئی شہرِ بسانِ دہلی  ایک نظر دکھے جو اندازِ بتانِ دہلی  ہر دکان دار کے ہر پاسِ میانِ دہلی  اور اغیار ہوئے عشرتیاںِ دہلی  ہم ہی تھے جس گراں بارِ دکانِ دہلی  ہاں مگر واسطے نالے کے زبانِ دہلی  کہ اٹھایا آئینہ جو لوگ تھے جانِ دہلی  کہ اٹھ جاتے ہیں دلی سے مکانِ دہلی  ہم نے پایا نہ عدم میں بھی نشانِ دہلی</p>	<p>میری فریاد سے ظاہر ہو بیانِ دہلی  ہم کو معلوم تصور سے ہوا ہر اتنا  کحلِ مازغ لگاؤ تو کھلے راز کہ ہر  شہرِ دہلی کو اگر ہند کا دل کیجیے فرض  ہم نے پاسے نہ ہنر مند کہیں دلی سے  چھوڑ دے زہد کو زتا رہن لے نہ ہر  حسنِ یوسف جو نہ دیکھا ہو کسی نے دیکھے  ہم کو رونا تو یہی ہر کہ مجھے ہم برباد  گرنے ہوں بچم ہوا زار میں گرمی کیونکر  دستِ یمنائے فلک سے نہ رہا کچھ باقی  ہو عدم کی تجھے منظور خدا یا رونق  کیا ہیں رکازِ مکاناتِ ارم میں یا رب  انتہا گم شدگی کی ہر عدم ہو جانا</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

کیا بتاؤں کہ ہوں کس صدمہ سے طغوانِ نوش  
دلِ خون گشتہ پہ ہر دلیغ زبانِ دہلی

## سالاک۔ مرزا قربان علی بیگ خاں مرحوم دہلوی

حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں تربیت پائی۔ ابتدا میں مومن کے اور بعد کو غالب کے شاگرد ہوئے۔ آخر میں بزمانہ قیام حیدر آباد ۱۲۹۷ھ میں وہیں انتقال ہوا۔

جہاں میں شہر ہیں جتنے جہاں جہاں آباد	بس اُن باد میں تھا منتخب جہاں آباد
اُجڑے یوں سے بوجھو ہوا کہاں آباد	کیا عدم کو دوبارہ ہوا وہاں آباد
فلک نے کس سے کہوں کیوں اُٹھا لیا اُس کو	ارم کا قصر سمجھ کر اُٹھا لیا اُس کو
زمین رکھتے ہیں دل سے عزیز سب اُس کی	زمین ڈھونڈتے پھرتے ہیں نہ وہ اُس کو
سنا ہے بستے ہوئے آسمان چب اُس کو	بلند شہر کہیں کیوں نہ لوگ اب اُس کو
یہ اُٹھ گیا ہے اور اُٹھنا نشانِ رفعت ہے	بلند شہر کو کیا ورنہ اس سے نسبت ہے
زمین پست یہاں کی تھی آسمانِ منظر	ہر ایک ذرہ یہاں کا تھا مہر کا ہمسر
یہاں کی خاک تھی اکیسے بھی کچھ بہتر	یہاں کی آب میں آبِ حیات کا تھا اثر
نسیمِ خلد سے بہتر سموم تھی یاں کی	یہ وہ مگن ہے کہ دنیا میں دھوم تھی یاں کی
ہر اک مکان یہاں کا تھا ایک مکانِ سرور	ہر ایک کو چاہاں کا تھا اک مکانِ سرور
ہر اک مکان یہاں کی تھی اک کانِ سرور	غرض کہ شہر تھا تھا یہ ایک کانِ سرور
جدھر کو دیکھیے آواز نہ بربط و فی ہے	نجاتا تھا کوئی رنج و غم کو کیا شہر ہے
یہ شہر کس لئے برباد ہو گیا یارب	اُمی کسی کی یہ کہا ایسی بد دعا یارب
یہاں کے لوگوں سے کیا ہوئی خطا یارب	ہوئے ہیں کس پر یہاں یہ مور و بغا یارب
نہیں تھی غم نہ ہو دینِ کائنات	

	وگر نہ ہوتے نہ ہرگز منزلیں دارِ ثقات
کہ فوج باغیہ چاروں طرف یاں آئی یہ بادِ تندہ تھی خاشاک کی تمنائی	چلی تھی دہریں گویا ہوا یہ چوبائی مقامِ شہر کی خوب آکے خاکِ رُوائی
	رہی نہ خاک بھی امن و امان کی صورت کچھ اور ہو گئی سائے جہان کی صورت
کوئی نہیں ہو کہ جس کے ہے ہوشِ بجا بنا ہو مکا مکاں بس ہر اک گلی کو چہ	یہ انقلاب ہو یا ہو قیامتِ صفرا ہوئی ہو آدمی کی شکل شہر میں عنفا
	ہوئے ہیں لوگ یہاں کہاں آباد ہر ایک گاؤں بنا ہو مگر جہاں آباد
کسی کا چاک گریباں ہو اور کوئی مضطر غرض کہ رنج سے خالی نہیں ہو کوئی بشر	کسی کے لب پہ ہونا کسی کی چشمِ ہر تر کسی کا ہاتھ ہو دل پر کوئی ہو تھانے جگر
	بجائے زمرہ ہر جائے شیونِ غم ہو محلِ عیش تھا یا اب سرائے ماتم ہو
اُجاڑ کو چے بساں دلِ الم مانوس ستم کیا فلکِ بدشعار نے افسوس	مکانِ شستہ ہیں مانندِ خاطرِ مایوس وہ شکل ہی نہ رہی شہر ہو گیا معکوس
	یہ وہ جگہ ہے جسے دیکھنے کو خلقت آئے اور اب جو دور سے دیکھے کوئی تو عبرت آئے
ذیلِ پاؤں سے زیادہ ہوئے وہاں ہم لوگ پھرے ہیں امن کے طالب کہاں ہم لوگ	سمجھ کے اپنا ٹھکانا لے جہاں ہم لوگ بنے ہیں طائرِ گم گشتہ آئیاں ہم لوگ

	زمین ہو گئی دشمن نہ پانی جاے نبات ٹھہر رکا نہ کسی جاے اپنا پائے نبات	
وہ لوگ کھاتے تھے جن کے نشاط کی میں محل میں تھے یا اب ہوئے ہیں تجس میں	ہوئے ہیں طالع ناساز گار کے بس میں نہ آب دل میں ہر طاقت جان بکس میں	
	جو شہ نہ لب ہوں تو آب دم سناں موجود جو گر نہ ہوں تو کھانے کو گولیاں موجود	
ہوئے ہیں قتل جو بھرم لوگ دلی کے کیا جانب الہی میں عرض رضواں نے	بہشت چاہیے پہلے اُٹھیں قیامت سے کہ آج کل در فردوس کس طرح سے کھلے	
	ملا جواب کہ دلی کو لاؤ اُٹھو اگر اور اُس گروہ کو اُس میں بساؤ لے جا کر	
وہ جن کی طبع کہ آسودگی پہ مائل ہے اُٹھائیں ایک قدم بھی اگر تو مشکل ہے	پیا دہ کیونکہ چلیں ناقد ہو نہ محل ہے قدم کہے کہ ٹھہر جاؤ یہ ہی منزل ہے	
	سروں پہ بوجھ رکھری کا لڑکھڑاتے ہیں بس اپنے جی کی طرح بیٹھ بیٹھ جاتے ہیں	
لکھوں میں پردہ نشینوں کا کیا ہے نہ آئی جن کی بھی در تلمک صدا ہے	بیان مجھ سے ہو کیونکہ یہ ماجرا ہے نخل کے گھر سے چلیں وہ پیادہ پا ہے	
	کبھی نہ غصہ میں بھی جاے سے جو باہر ہوں غضب ہے یہ کہ وہ بے پردہ اور چادر ہوں	
ہجوم مسجد جامع کا کیا کروں اظہار	صف ملا مکہ ہوتی جہاں نماز گزار	

ہر ایک صف میں نہتا مصلیوں کا شمار	اب اس کو دور سے بھی دیکھنا ہوا دشوار
نماز ہو نہ اذان ہو نہ کوئی جاتا ہو	جب اُس کو دیکھیے جالی تو جی بھرا آتا ہو
وہ اُس کے گرد کے بازار اور وہ زینت	ہجوم خلق سے ہر روز ایک نئی صورت
کہ جس کے دیکھنے سے طبع کو ہوا کفحت	یہاں سے جائے کبھی میلہ میں تو ہو نفرت
الہی کیا ہوئے اجناس تک تک کے ڈھیر	پٹے ہوئے ہیں گل و خشت چو بے سنگ کے ڈھیر
درازدستی دیہاتیان بد انتخاب م	خدا دکھائے نہ صورت کبھی سنائے نہ نام
کسی طرح سے سمجھ میں نہ آئے جن کا کلام	گریز پا جو گل کر گئے لٹے وہ تمام
لٹا لباس تنک آبرو بھی ہاں کھوئی	گرہ میں کچھ بھی نہ نکلا تو نقد جاں کھوئی
پکاؤ جان کے اس جان کی محبت میں	کیا جو مضطربانہ کسی ریاست میں
نوگیر و دار سے آیا وہاں بھی آفت میں	یہاں سے اور زیادہ پھنسا مصیبت میں
جو نقد کچھ ہو تو خیر کا قرضدار بنا	وگرنہ بے گہنی میں گناہ گار بنا
بیان سن کے یہ سالک اُسے جو میرے ہوتے	بسان صورت دیوار رہ گیا خاموش
ہجوم فکر سے خون دل میں مارا تھا جوش	کہ ناگہاں تن غیب سے بانگ سروش
رسید مرزدہ کہ ایام غم نخواہد ماند	چناں نما ندو چنیں نیز ہم نخواہد ماند



<p>اس سے ظاہر ہو نہیں خلدِ بسانِ دہلی  ور نہ بھٹی رشکِ فلکِ شکتِ نشانِ دہلی  کون ایسا ہو کہ ہو جس سے بیانِ دہلی  ہو الگ عالمِ فانی سے جہانِ دہلی  دیکھ کس تہ کے ہیں پیر و جوانِ دہلی  ہو اسی وقت کی نگلی ہوئی جانِ دہلی  رہے آبادِ آجر کر بھی مکانِ دہلی  کوئی ڈھونڈے تو اسی پرہنگانِ دہلی  جس نے کہا یا ہی نہ ہو زلِ خوانِ دہلی  خلد میں کیا ہو نہیں ہو جو میانِ دہلی  میں نے چلتی ہوئی دیکھی ہو دکانِ دہلی  ہنشیں آتھے دکھلاؤں بتانِ دہلی  بلی ماروں کا محلہ صفحانِ دہلی</p>	<p>روئے جنت میں بھی تم کے بیانِ دہلی  اس کے منٹے سے ہوئی عالمِ بالا کی نمود  کس کا پتھر کا ہو دل کس سے سنا جاتا ہو  محشرِ غدر سے بھی مٹ نہ سکا اس کا وجود  ہنستے ہیں تختِ زلیخا پہ تو یوسفِ طعن  ہو خط و خال کا عالم وہی اب تک گویا  حسرتوں کا ہو کمینوں کی عجب ہنگامہ  مٹکے پر بھی تو ملتا نہیں دلی کا جواب  من و سلویٰ کے مزے سے ہو وہ کیونکر گاہ  ہوتے ہیں در کے بس فحولِ سہانے و اعظ  میں نے دیکھا ہو ملائک کو خیر یا اس کا  اس قدر خلخ و نوشاد کی تعریف نہ کر  غائب و تیر و ثاقت سے بنا ہو گویا</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

سن کے ہر شعر پہ کیونکہ نہیں آتھیں نشانِ  
سالمکِ غمزہ ہو مرثیہ خوانِ دہلی

### ایضاً

<p>کیوں مٹی یاں سے صورتِ آدم  ملک الموت کو نہیں ایک دم</p>	<p>شہرِ دہلی ہوا ہو کیوں خالی  زورِ بازارِ موت دیکھ کہ چین</p>
----------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------

<p>کس زباں پر نہیں فناں پیہم مردے کا دفن ہو بلائے اہم نئے طور کا ہوا ہر ستم تنگی جاسے لڑتے ہیں باہم کب ہی اتنا دیکھ ملکِ عدم اور ہی نکتہ اس میں ہی مبہم فرطِ خلقت سے ہو گئے کھٹے کم ہو گیا رحم خالقِ عالم کچھ عناصر جو ل رہے تھے بہم</p>	<p>ڈھیر کس جا نہیں ہو مردوں کا نہیں تل دھرنے کی زمیں میں جگہ خاک آسودگانِ پیشیں پر ایک کی قبریں گئے تنو اور قافلہ قافلہ گئے کیوں لوگ نہیں جاتے مگر عدم کو یہ لوگ کرہ خاک و باد و آتش و آب روئے اپنی کمی پہ یہ چاروں دے دیئے اُن کو لیکے خلقت سے</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

### پہرہ منشی شہاب الدین خاں مرحوم دہلوی

مرزا صابر دہلوی کے شاگرد تھے۔ زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے۔

<p>مثل عتقا ہی زباؤں پہ بیانِ دہلی کیوں نہ ہو گرمی بازارِ دکانِ دہلی کہ ہیں خاموش مصیبتِ دکانِ دہلی آفت جاں ہیں مگر مدعیانِ دہلی ہو جو مشہور جہاں عظمت و شانِ دہلی گویا افسانہٴ جنت ہی بیانِ دہلی ملک الموت کے قبضہ میں ہو جانِ دہلی</p>	<p>مٹ گیا صفحہٴ عالم سے نشانِ دہلی نظر آتا ہی ہر اک جا پہ نگاہوں کا ہجوم ان سے بیجا ہی ہمیں کم سخنی کا شکوہ روزِ رہتے ہیں تر نزل میں ہاں کے ساکن خوب برباد کیا رتاکے گردوں نے اسے جی بہلتا ہی اسے سُننے مسلمانوں کا اس کے بچنے کی نہیں ہی کوئی امید بتک</p>
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

کیا ہی دلچسپ ہر ایک مکانِ دہلی کوئی یونان کا طبقہ تھا۔ سانِ دہلی گویا قرآن کی زباں ہو یہ زبانِ دہلی چرخِ ساں پھرتے ہیں فتنہ دکانِ دہلی	جو بلا آئی گئی پھر نہ یہاں سے پھر کر اس کے طبقے کو جو اٹھا ہر فلک بچ بتلا ہو اس کا جو فضیحاں جہاں سے نہ جواب آسمان کیا کہ زمیں بھی نہیں تھمنے دیتی
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

اس زمیں پر نہیں بسنے کی ہر امیدِ سپہر  
آس بھی ٹوٹ گئی مثلِ مکانِ دہلی

## سوزاں حکیم محمد تقی خاں مرحوم دہلوی

طیبِ حادثہ تھے کبھی کبھی شریعت بھی کہتے تھے اس مدرس کے سوا اور کلام یا دیگر حالات تذکروں  
میں نہیں ملتے۔

ہر ایک شہر میں شور و بجا ہو دہلی کا عجیب حال یہ جس نے سنا ہو دہلی کا	فناں کہ نام و نشان کیا تھا ہو دہلی کا دلِ دو نیم ہو وہ ماجرا ہو دہلی کا
-------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------

خطانہ کروہ جو یا مال ایک جہاں ہوئے  
ہماری آنکھوں سے کیونکر نہ خوں واں ہوئے

خدا نے عرش سے تافز جب کیا پیدا جو انتخابِ جہاں تھے سو ہندیں رکھا	زمیں پہ رہنے کا انسان کو جبکہ حکم ملا رہے تھے مل کے وہیں دیکھو آدم و حوا
---------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------

کسی کا نام رکھا روم اور کسی کا شام  
جو اس مقام کا ہندوستانِ جنتِ تام

جہاں آباد کے ذرہ میں تھی زرافشانِ	کلاہِ زر تھی گدا کی یہ زر کی ارزانی
-----------------------------------	-------------------------------------

جوا تاتیرہ دروں سنگ یہاں بدخستانی	جلادہ پاتا یہیں ہوتا سل رسانی
ہر ایک خوبی و حسن و جمال اس میں تھا	کمال اہل کمال اور کمال اس میں تھا
بجائے زر یہاں جوہر کی ہتی فراوانی	نصب تھے لعل و گہر تھا جو تختِ مرجانی
یہ بدرِ فویر ضیاءِ رشکِ مہرِ خاور تھا	یہیں برستے تھے گوہرِ زامرِ نیسانی
یہ شہر وہ تھا کہ سب جامِ جہ سے کہتے	سمجھ تھی جن کو وہ رشکِ ہم سے کہتے
یہ شہر وہ تھا کہ بحرِ کرم سے کہتے	بجا تھا چشمہٴ فردوس ہم سے کہتے
اسی کے لینے کا شایں ہر ایک سرور تھا	یہ شہر وہ تھا کہ سراجِ ہفت کشور تھا
دورِ حسن و لطافت میں اس کا تھا شہر	یہ کانِ علم و ہنر میں تھا ایسا ہی یکتا
کسوئی کہتے ہیں جس کو وہ شہرِ ملی تھا	یہاں کے سنگ میں پارس کا تھا اثرِ میدا
وطن کو چھوڑ ہر ایک ممت سے جاتے تھے	اسی شہر سے سب انسان بن گئے جاتے تھے
غریب پروردگانِ کمال تھا یہ مقام	عدیل اس کا نہ تھا جانتے ہیں خاص و عام
برآئی آرزو اُن کی جاتے یاں ناکام	یہاں سے نام وہ پاتے جو ہوتے تھے گنام
سند جہاں کو بھی عالی مقام سے اس کے	یہ استبار تھا عالم کو نام سے اس کے

جگر ہو ٹکڑے فشانہ ہو وہ بلا اس کا	ہر ایک مکان و مکین خاک میں ملا اس کا
و تقار جتنا بڑھا تھا گھٹا سوا اس کا	ہزار حیف کہ اب نام بھی مٹا اس کا
دعاے بد کسی ایسے ہی پُر جفا کی لگی	یقین جان کہ اس کو نظر ملا کی لگی
نپوچھو کج روی چرخ پُر بلا ہم سے	یہ سب کا دشمن جاں ہو مگر سوا ہم سے
چھٹایا اس نے وطن اور دلربا ہم سے	سزا سے بھی ملے پوچھ کہ خدا ہم سے
اس آسمان پہ ہو عرش سے بلا نازل	جلا کے اس نے کیا خاک ہی ہمارا دل
ہمارے ساتھ کہاں کی اسے عدوت ہو	جہاں ہو تہ و بالا یہ کیسی آفت ہو
ہو اوج حشر ہی برپا یہی قیامت ہو	یہ خوش نہوے کلاس کی بھی کئی ثابت ہو
ہمارے نالہ سوزاں اسے جلا دیں گے	فلک کو دیکھنا ہم خاک میں ملا دیں گے
جہاں آباد کو برباد کر دیا اس نے	جوشاد رہتے تھے ناشاد کر دیا اس نے
غم و الم کو بس آباد کر دیا اس نے	خوشی کے نام کو آزاد کر دیا اس نے
یہ ہر ہمیت سے دنیا میں دشمن خوشخوار	اسے بھی کاش ملے سامنے ہمارے دار
سمجھ میں آتا نہیں کسی یہ بلا آئی	عدول حکمی کی دلپہ چو فوج یہ چھائی
کہیں یہ کس سے ہو کس کی تھی یہ گمراہی	ہو اپنی زشتی اعمال کی یہ رُسوائی
بلا یہ پورے سمیر تھکے جو یہاں لائے	

	عمل ہمارے مستم یہ سامنے آئے	
اُنھوں کے آتے ہی دہلی میں قتلِ عام ہوا وہ بچے پھول کی پتی سے جن کو ذبح کیا	جو سرور ان حکومت ڈھونڈ کر مارا گیا زمین سے فلک تک یہ شور و اویلا	
	خدا کا خوف نہ آیا وفا کو چھوڑ دیا ستم یہ دیکھ جانے جفا کو چھوڑ دیا	
جو ظلم آنکھوں سے دیکھا کہا نہیں جاتا نشانِ نقشبِ ازل تو مٹا نہیں جاتا	سنا جو کانوں سے اُس کو لکھا نہیں جاتا کرے بیان جو اُس کا سنا نہیں جاتا	
	ہوا نہ جاتی تھی بے اذن جن کے گلشن میں وہ خاک چھانتے پھرتے میں گلِ ادب میں	
یہ سرکشی ہوئی میرٹھ کی فوج سے جس دم بہاں وہ آئی تو آیا تھاسب کا ناکِ نیم	نہ کار تو س کو کاٹا ہوئی حتیٰ جو برہم جو افسران کے تھے پہلے کیا سران کا قلم	
	ہوئے جو قتل وہ دیوانِ عام کے آگے فرشتے چھوڑیں آسمان کو بھاگے	
یہاں کے جتنے تھے ادبِ اشرافیہ کے ست مگر یہ بشرطِ ہو کر آئے کچھ ہمارے بات	کہا بتائیں تمہیں نہ کہ ہاتھ آنے کی گھات برائے نام نکالی یہ لوٹنے کی بات	
	جو ادبِ گھر کوئی تھے تو اُس پر چڑھ جاتے فرنگی اس میں ہیت کہہ کے گھر وہ لٹواتے	
وہ بے نیاز ہو دی گئی جو ان کی کجرائی عذابِ جبہ ان انازل زمین تھرائی	جفا و جور و ستم کی نہواں ادا بھائی پھر ان کے ساتھ ہی دلی پاک بلا آئی	

	عقاب آوے تو اس پر وہاں ہار نہیں گناہ کردہ و ناکردہ کا شمار نہیں	
ہوئی جو عرش سے نازل بلا تو کس سے کہے جو کام تھا وہ یہ اول تمام کری چکے	کچھ اس کی وہاں نہیں پروا جو لاکھ ہوں سجدے نزدل سے پہلے جھکے سرتے اب جھکے تو جھکے	
	دہاں ہر کس کو مجالِ کلام و تابِ سخن ولی ہیں خوفِ بیٹھے لگائے مہر دہن	
یہ جوق جوق جو دہلی میں جمع تھے ظالم کٹے ہزاروں نہ باقی رہا کوئی سالم	لڑے پھر اُن سے ہمیشہ جوان کے تھے حاکم جو اس میں بھیڑ تھا اُس کا خدا ہی جو عالم	
	پڑے جو گولے توبے دین بھاگے اور ترسا جب آسمان سے مینہ اُن پہ اُگ برسا	
اکڑ گئے بچوں کے بل جو زمین پر چلتے تغنگ و تیغ کو چمکاتے ہر گھڑی ملتے	جو سیدھی بات کہے اُن سے اُس کو وہ ملتے نشہ میں لاف دہ کرتے تو سُن کے سر جھٹکتے	
	ہوئے تھے جو کہ مقابل میں بے سنانِ سیف دماغ جھڑ گیا اُن کا رہا نہ باقی کبیت	
رعایا کو ہوا دشوار شہر کا رہنما نہ جاننے تھے کہ ہوتا ہی کیا سہنا	ہوئے خراب جنہوں نے نہ مانا تھا کہنا بجائے اشک ہوا غنِ چشم سے بہنا	
	نہ بھی وہ قابلِ رحمت تھے نہ اب پالا جہان آباد پیاس فوج نے ستم ڈالا	
نزولِ رحم کے بدلہ میں پلہ گعا عتاب سزا اعلیٰ کی ملی ہوئے جو خانہ خراب		

نظر اٹھا کے جسے دیکھا تھا وہ چشم پر آب	مناہر نام و نشان اب یہاں کا منہ حجاب
ہر ذکر کیا جو کوئی آرزو بھی بر آوے	جو موت آئے تو وہ دیکھ اُن کو پھر جاوے
نکلنے کا شے دہلی سے یہاں نہ رہنا تھا	بلائیں ہستے نہ کچھ پُریوں سے کہنا تھا
نپاس اپنے زروں کا نہ گہنا تھا	نصیب اپنے لئے تھے ستم یہ سہنا تھا
کہ خاک چھانیں ہر ایک قریہ کی پھر بڑ در	نہ پوچھے بات کوئی دیکھ بے زر و بے پر
کہاں ہو شوکت و حُسن کہاں ہو جاہ و قار	کہاں وہ مکنّت و رفعت و عظمت سرکار
کہاں وہ قدرت و ثروت و عیش لیل نہار	کہاں وہ فوج و عشرت و صِدّت لدار
بجا ہو یاس ہو حرام ہو چشم پر غم ہو	فخاں ہو آہ ہو نالہ ہو جوش ماتم ہو
ستم کہ بادِ مخالفت خزاں کو لاتی ہو	بیان کیا کروں اس کا کہ بھینتی چھاتی ہو
جو اہل قلعہ تھے ثروت یہ اُن کی جاتی ہو	کہ ساتھ اُن کے یہاں سب کی شامت آتی ہو
ہمارا سینہ و دل چاک ہو گیا افسوس	یہ کیسا لاکھ کا گھر خاک ہو گیا افسوس
رہی کسی کو فراست نہ نامِ دانائی	جو سرورِ انِ حکومت سے جگمگ تھی
خارجا تار ہا ہو قضا نے پلوائی	حصول کچھ نہ ہوا جز ملال و رُسوائی
ہوئے ہیں جمع جو نا اہل و نا کار و مبین	بلا میں فال کے سب کو نکل گئے بیدین



بیان کیا کہ دل اس کا کہ جاں ہر گھبرائی	کہ موشگافی سوا کچھ نہیں ہر دانا می
بلا پر آئی بلا پر اُنھیں نہ موت آئی	جنھوں نے دہلی میں شاہی بھی نام کی بائی
نزل جب ہو بلا کا نہ کیوں نہ میں مل جائے	
جو چاہے اُن کی ترقی وہ خاک میں مل جائے	
تھے ایکس وز فراہم جوشاہ کے فرزند	کی عرض نہ سے کہ اقبال آپ کا ہولند
دعا قبول ہوئی آپ کی ملی یہ گزند	خفا گلو ہر ہمارا اجل ہر طوق کند
ہمارے حق میں جو ارشاد تھا سو پیش آیا	
کہ اپنے سنے سب کو عدم میں بھجوا یا	
اُجڑ گیا چمن آرائے گلر خاں افسوس	رہا نہ گلشن و گل اور باغباں افسوس
وہ ناقدر تھا کہوں کیسا قدر د افسوس	کہ جس کی یاد میں کرتا ہوا کہ جہاں افسوس
چلی ہر باد خزاں ہر خزاں کی طینانی	
خدا ہی جانے کہ آفت ہر اور کیا آئی	
قدیم سے جو یہاں تھے امیر اب ہیں غریب	حوادث ایسے ہیں پاکہ ہیں کمال عجیب
اب اُن کو بیٹھنے دیوے نہ کوئی اپنے قریب	کہ جن کے در پہ رہا کرتے تھے ہزار نقیب
نبٹھے کوہ بلا جو یہاں ہر ٹوٹ پڑا	
یہ آسمان ستم لوبیاں ہو ٹوٹ پڑا	
چھپے زمیں میں عبرت جو کہ تھے انساں	مراد جن سے ہوا انسان کی وہ اب بھی کہاں
سے ہزار جن سے گراں کا نام وقتاں	سو وہ بھی ایسا کہ ہو جیسے چشمہ جیواں
بشر کی شکل میں سیرت نہیں ملی ان کو	

	برائے نام ہیں کہتے ہو آدمی جن کو	
کہاں وہ تاج کا مالک کہاں ہو وہ دربار	کہو کہ ہر گئی دیوان خاص کی وہ بہار	اب اس کے دیکھے جو اُجڑے ہوئے درو دیوار
	ہر پارہ پارہ جا کر کیسی دلفکاسی ہے بجائے اشک جو آنکھوں سے خون جاری ہے	
بنا ہوا تھا جو مہتاب بلغ کا گلشن	گل شگفت نہ ہی عند لیبہ نہ چمن روا ہوا اب کہیں اس کو کہ ہو وہ دشتِ محن	کہاں وہ نرگس شہلائے نسترن نہ سمن
	چمن سے سرو کو آزاد کر نکال دیا گلے میں قمری کے دیکھا کہ طوق ڈال دیا	
صبا چمن میں اُٹے ہو اپنے سر پہ خاک	جہاں تھی نرگس لالہ نہیں خس و خاشاک کیا ہو گلشنِ مہستی نے اب گریباں چاک	ہر ایک گل جو ہے پژمردہ بادلِ غمناک
	کریں ہیں فوجِ مچا شور بلبلانِ چمن لے ہیں خاک میں گلچین و گلرِ خانِ چمن	
وہ کیا ہوئے جو یہاں تھے میرا بن امیر	تھی جن کی شوکت و عظمت ہر ایک کی توقیر سمجھ کے فز کھڑے بہتے در پہ تہمِ غفیر	جہین عجز جھکاتے وہاں صغیر و کبیر
	یہ کیسا پردہ ناموس چاک چاک ہوا لے وہ خاک میں دل سب کا گلے خاک ہوا	
کہاں ہا وہ دماغ اُن کا اور وہ سردار	کہ جن کو بات کے کرنے سے آتی تھی عوار لبِ درمآن کو بُلانا تھا کس قدر دشوار	نظر اُٹھائے جو دیکھیں تو ہوتا دبرِ بار

	وہ مضطرب ہو کے جو باتیں کسی کے ساتھ کریں کریں نہ بات کوئی اُن سے جب بات کریں	
ہمیشہ عطر جو پوشاک میں لگاتے تھے بہ لئے شام و سحر جوڑے اور بساتے تھے نہی نکست ایسی کہ اُس سناں لگاتے تھے خجل ہو گئی کفنِ افسوس ملے جاتے تھے		
	وہ دیکھو پیرہن آلودہ خاک پھرتے ہیں کہاں ہیں جیٹ گریبان چاک پھرتے ہیں	
گلے میں پھولوں کا کنٹھا سدا پڑا رہتا اور عطر گل بھی پھیلا رہتا وہ زلفِ نافہ مشک اُس سے وہ کھلا رہتا شمیمِ عطر گریبان میں دل پھنسا رہتا		
	اب اس گلو میں ہو طوقِ دینِ بجائے سمن ہو چاک چاک گریبان ہر ایک غنچہ وہن	
جو نازک ایسے اٹھاتے نہ گل کو جان کے بارے بجز نسیمِ گل اُن کے گلے میں کھانا ہمارے رہا نہ عطر ہی باقی نہ زلفِ عنبرِ بارے چلے ہیں سر پہ رکھے اپنے بار نصفِ نہارے		
	وہ پا برہنہ ہیں کانٹے ہیں درِ ہو رہِ سنگ پڑے ہیں چھالے جنھیں بارہٹا خاکا رنگ	
قدم جو رکھتے نہ تھے فرش پر پلنگ سے اتر برہنہ پاؤہ گلی کوچوں میں پھریں رہ رہ جلگے ٹکڑے ہیں دیکھ اُن کو بادلِ مضطرب ستم یہ ایسے ہوئے تھے کہو بھلا کس پر		
	بجائے عیشِ شب و روز اس کا رونا ہو اب اُن کو فرشِ زمیں خاک کا بچھونا ہو	
وہ ناز نہیں کہ نزاکت بھی دیکھ کھبراوے کہ جن کی بسترِ گل پیسے نیند اڑ جاوے		

گمان میں جو نہ ہو کیا خیال میں آوے	الکھا ازل کا جو تقدیر سامنے لاوے
پکڑے زلف کیا قتل ان کو ننگے سر	صبا کے چھونے سے ہوتے جو تھے پریشان تہ
اب ان کا حال ہوا یا خدا نہ دکھلائے	مصیبت ایسی کسی پر کبھی نہ آئے
رہائی جب کے فی قید حیات سے یادے	صدر آرزو وہ کہے کاش جان کل حجابے
نہ دیکھی ہر کبھی آئی نہ ایسی حرامی	فلک نے ان کو جو دی ہو گی اب پریشانی
برہنہ پا کوئی نکلا کوئی گریباں چاک	اکیسی کا دیدہ گریاں کسی کے سر سرخاک
ہر ایک نبی سالرزاں تھا بادل غمناک	بھی دشمنوں کی بھی ہر سمت یہ انہر تارک
قدم نہ اٹھتا تھا جو وہ قدم اٹھائے تھے	ہزاروں ٹھوکریں کھاتے تھے کرتے جاتے تھے
وہ کون ہو جسے اس در و کا نہیں آزار	بشر وہ کو نہا ایسا ہو جس کے دل کو قور
طپاں ہو جان بلانا مارے آتشبار	اگلیں ہیں آہ کی وہ برہچیاں جگر ہو فگار
جو صبر دیویں تو بیوقوف ار کو دیویں	ہمارے حال کو ایوب دیکھ رو دیویں
زمانہ کوچ کا بس آگیا ہو وقت رحیل	قیامت آنے میں ہر زنہ اب ہی ہو میل
جہنم سور لے ہاتھ میں ہو اسرائیل	ہو کس میں جان کہو کیا کریں غزائیل
حدوثِ حشر پہلے ہی اپنا کام تمام	قیامت آئی اگر بعد اپنے تو کس کام

رواں ہر اشک کا دریا نہیں مجالِ سخن گئے زمین میں تھا جن سے احتمالِ سخن	وہ قدردان کہاں سمجھیں کمالِ سخن عبث ہر ایک سے کیجئے قیلِ قالِ سخن
لگا کے مہر دہن کو نہ فکر کر سوزاں کسی سے بات نہ کیجئے کہ ہر جگر سوزاں	
ہر اشک وہی آئے حاکمِ دوراں غریبِ آن بے پھر وطن میں ہوشاواں	کہ جن کے عدل سے بجا ریخ و تیغِ زباں خزاں میں از سر نو ہی بہار کا ساں
فلک یہ عدل سدا ان کا پائدار رکھے قرار ایسا اُٹھیں دے نہ بیقرار رکھے	
ایضاً تالیخِ غدرِ مفسدِ انِ باغی	
یہ ابتدائی بلا تھی جو پور بنی لائے اخیر مصرع میں تالیخِ دساں کو پائے	تھی سو لھویں رمضان کی جو شہر تیرے جو اُس کو دیکھے وہ آنکھوں سے خون بسائے
ہر جوش گریہ سے یہ حال چشمِ سائل کا ۶۳	جو قطرہ اشک کا پٹکے سواری ہو دل کا ۱۲
شاطر - میرا کرام الدین مرحوم - دہلوی	
کوئی عالم میں نہیں شہرِ بساں دہلی پہلے رونا تھا اُٹھیں نو فلکوں کا اور اب	ہر مٹے پر بھی سوا عرش سے شانِ دہلی بن گیا اور فلک دو دُ فنانِ دہلی
طعنہ کیوں دیتی ہو ای بادِ بہاری اس کو نہ تو دل پہنے میں ہو اور نہ قابو میں زباں	تجھ سے بہتر ہی ابھی تک تو خزاںِ دہلی پوچھ مت ہم سے کہ ہم اور بیانِ دہلی

دلیہ آتا ہی نظر زخمِ زبانِ دہلی نہ سنی جبکہ وہاں ہم نے زبانِ دہلی اور اب پیرے بدتر ہیں جوانِ دہلی باغِ دنیا میں نہ رکھا جو نشانِ دہلی	عذر کو تیغ نہ سمجھوں تو بھلا کیا سمجھوں اہلِ جنت سے نہ باتوں میں مٹا لطفِ ہمیں پہلے بہتر تھا جو انوں سے ہر ایک پیرِ جوان چمنِ خلد بڑھانا تھا اہلی منظور
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

دیکھنا چہ تم حقارت سے نہ اس کو شائِط  
ہو مٹے پر بھی سوا عرش سے شانِ دہلی

## شایق - آغا مرزا مرحوم - دہلوی

فغانِ دہلی میں ان کو مرزا داغ کا بھائی اور شاگرد لکھا ہو کسی تذکرے میں ان کے حالات نظر سے  
نہیں گزرے۔

کہ چہیں کرو بہاں شوکت و شانِ دہلی ولے بر خستگی خستہ و لانِ دہلی قدسیاں آمدہ بروند مکانِ دہلی ہمہ در حلقہٴ غم ماتمیانِ دہلی فخرِ حاتم شدہ اکثر بمیانِ دہلی یافت ہرگز نہ کسے رازِ نہانِ دہلی زینتِ باغِ جناں گشت خزانِ دہلی واقعی اینکہ ہمیں ہست بیانِ دہلی کیست ہم پایہ کد امی ست نشانِ دہلی	بود از دیر فلک دشمن جانِ دہلی دلِ بزمِ چشمِ بخوں لبِ فغانِ دہلی اہلِ دہلی نہ پسندند چو خلدِ فردوس جن و انسان و ملک چوں بدو عالم ہستند بہین بودیکے حاتمِ طائی مشہور ہر کہ مقبول شدہ ظاہرِ او گشت خراب روشن و بزمِ جہاں بود بہارِ دہلی ماتمِ ہمتساں شغلِ دلِ افکارِ انست خامہٴ فرسانیِ بیہودہ نہ شاید شایق
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

## نمشیر میشر شیر علی مرحوم دہلی

<p>کیسے کیسے ہوئے بر باد مکانِ دہلی          رجم آیا نہ تھے ای فلک کیس ہر ور          ہوئیں بر باد جو مشہور عمارات تھیں یاں          مومن و غائب ذوق اور ظفر تھے بے مثل          ہفت اقلیم کے سلطان تھے اس کے مشاں          ہمدی یاں کے جو تھے سائے جہاں کے اُشاو          خاص بازار جو تھا قلعہ محلے کے قریب          اب نہیں نام کو دہاں کوئی عمارت باقی          ای فلک ڈر کہ جگا دیں نہ عدم میں فتنے          آسماں چال ہی چو کا جو مٹایا اس کو          خلد میں ل کہیں گھبرائے نہ ان کا رضوں</p>	<p>نہرے ہم نہر ہا نام و نشانِ دہلی          کیونکہ بر باد کیئے تو نے مکانِ دہلی          نام کے واسطے باقی ہو نشانِ دہلی          جن کی اُردوے محلے تھی زبانِ دہلی          ایسے پیش بنائے تھے مکانِ دہلی          سب وہ بر باد ہوئے پیرو جوانِ دہلی          دہاں تھی ہر جنس سے معمور دکانِ دہلی          ایسے بے نام ہوئے سائے مکانِ دہلی          خوگر جو رہیں سب پیرو جوانِ دہلی          لامکاں ہو کے بڑھی عزت و شانِ دہلی          حوریں ایسی ہیں کہاں جیسے بتانِ دہلی</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

جوانوں میں تھا لکھا وہ ہوا سب کو درپیش  
 اگر نہ نمشیر بیان اب تو فسانِ دہلی

## شیخہ عظیم الدولہ سرفراز الملک محمد مصطفیٰ خاں مظفر جنگم مرحوم دہلی

خانہ بدگشش کی یادگار شہداء میں بمقامِ دہلی پیدا ہوئے شہداء میں حج بیت اللہ اور  
 زیارتِ روضہ نبوی سے مشرف ہوئے شہداء میں جبکہ زندگی کے بائیس سال ختم ہو چکے تھے

دہلی میں انتقال ہوا اور درگاہ حضرت غلام الدین اولیاء کے جوار میں دفن ہوئے ان کی ایک کلیات جو فارسی اور اردو کلام کا مجموعہ ہو ۱۹۱۷ء میں کلیات شیفہ دہلی کے نام سے نہایت آب و تاب کے ساتھ نکالی پڑی دہلیوں میں طبع ہوئی جو فارسی میں حسرتی تخلص فرماتے تھے۔

<p>آپ جنت میں ہیں اور دل نگہاں دہلی مٹ گئے پر بھی یہ باقی ہو نشانِ دہلی کیا ہوا اگر نہ رہی شوکت و شانِ دہلی وہی نہیں ہوئیں اب شانِ دہلی دلی دالوں کو بھی دلی پہ گمانِ دہلی جان سے جا چکے جو لوگ تھے جانِ دہلی ابھی موجود ہیں دو چار مکانِ دہلی جاننی چوک کہ واقع ہو میانِ دہلی بے خبر کہتے ہیں دیراں ہو جانِ دہلی بادشاہوں پہ کریں نازِ شانِ دہلی کچھ نئے رنگ کے ہیں بادہ کشانِ دہلی عجب انداز کے ہیں پیرو جانِ دہلی یہی بس جو کہ کہیں ہو یہ زبانِ دہلی</p>	<p>ہائے دہلی و زہے دل شدگانِ دہلی وہی جلوہ نظر آتا ہے تصویریں ہمیں کل یوم ہونی شان کی ہو جلوہ گری تھیں جو انہارِ بہشتی کی حکایت نہیں گر نگہویں کہ یہ دلی ہو تو ہرگز نہ پڑے دلی اب ہو تن بچاں - تن بچاں کیا خاک کس لئے پردے سے نکلے "ارم ذاتِ عمار" ربع مسکوں سے زیادہ ہو بہت سوتیں صورتیں ہو گئیں معنی جسدا روح ہوئے مذہبِ یہاں کے کریں شکِ قناعتِ معمار دل قحج - بادِ محبت بگل و ریحاں عرفاں پیر خوش رائے اگر ہیں تو جواں پیشِ مشرور شیفتہ اور ستائش کے نہیں ہم خواہاں</p>
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

صاحبِ مرثیہ مرزا قادر بخش مرحوم دہلوی

بکہ بیداد سے توڑے ہیں مکانِ دہلی | ہو رقم خطِ شکستہ سے بیانِ دہلی



<p>             بڑھ گئی عرشِ معلٰی سے بھی شانِ دہلی              چشمِ نقشِ قدمِ راہِ روانِ دہلی              بڑھ گئی اور بھی ویرانی سے شانِ دہلی              پانچویں ہوئے سرورِ وانِ دہلی              کہیں یہ کرتے ہیں فغاں غمِ دگانِ دہلی              و عویدارِ انِ خدائی تھے بتانِ دہلی              کیا فشتوں کو بسائے گامیانِ دہلی              تھے مگر تیر و کماں پیرو جانِ دہلی              تھا ہمارے بھی سوزِ غمِ بیانِ دہلی              صاف ہو صورتِ آئینہ مکانِ دہلی              عدمِ آبادیوں بستے ہیں کسانِ دہلی              ہند میں ظلِ الٰہی تھے شہانِ دہلی              ایک عالم میں ہیں سب پیرو جانِ دہلی              بن گئی موسمِ گلِ فصلِ خزانِ دہلی         </p>	<p>             لامکاں ہو گئے ٹوٹے سے مکانِ دہلی              یہ وہ جا ہے کہ دکھاتی تھی سدا حشرِ کوراہ              جس طرف دیکھیے اللہ ہی نظر آتا ہے              موجزنِ اشکِ مسلسل ہیں گلی کوچوں میں              طالعِ خستہ کو ہوتا ہے فسانہ۔ اُن کے              خلد تھی ان کی گلی عرشِ بریں بامِ اُن کا              نہ رکھا چرخ نے رہنے کا وسیلہ کوئی              وہ گریزاں ہوئے سب کو یہ ترکش ہیں ہے              اس کا سایہ تھا سعادت کا بھی سرمایہ              لوٹ سے اور بھی بازار ہوا گرم اس کا              مردے تو مردے ہیں نہ زوں میں نہیں ملتی              اُن کے اُٹھنے سے یہاں بیٹھنے کو جانہ رہی              وہ ہوئے غم سے سفید اور یہ شے کے باعث              بسکہ گلزارِ ہوزِ زخموں سے تن ایک عالم کا         </p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

	<p>             اہلِ دہلی کی سیہِ سختی کا غم ہو صبا              کہ سیرِ پوٹن ہیں سب طرفِ میانِ دہلی         </p>	
--	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--

<p>صفیرِ دہلوی</p>		
--------------------	--	--

<p>عالمِ تمام غرقِ طوفان ہو گیا</p>	<p>کیا آسمان آج بد عنوان ہو گیا</p>
-------------------------------------	-------------------------------------

یہ تہلکہ ایک حشر کا سامان ہو گیا	اس غم کا پار سینہ سے پیکان ہو گیا
دلی سا شہر ہائے سے ویران ہو گیا	
یہ شہر بعدِ مکہ کے شرفِ البلاد تھا	یہ شہر جملہ شہروں میں مینوسوا د تھا
ساکن ہر ایک اس کا ہستی نژاد تھا	ہر کوئی وصلِ یار کی مانند شاد تھا
تھا باغ اب اجر کے بیا بان ہو گیا	
ہر وہ شہر جس میں نہ تھا درد و غم کا نام	رہتا تھا جس میں نہ ہرہ جبینوں کا اثر و نام
شمس و قمر بھی جس کے سلامی تھے صبح و شام	جس کا سدا تھا فصلِ سداوت سے التزام
اب موردِ نخواست کیوان ہو گیا	
ہر یاسیں ہی غم سے نہ کچھ زرد اور زبوں	سوسن بھی پیٹ پیٹ کے کوئی ہر نیلگوں
لالہ کے دل پہ داغ ہو پیتا ہوا پناہوں	اور گل کا جیب چاک تو غنچہ ہر نگوں
زرگس کو اس کے سوگ میں یرقان ہو گیا	
اس شہر کا تو ماہ کے دلیر بھی داغ ہو	ماہی کو کب تر پینے سے ہر دم فراغ ہو
تھا عشرتِ بہشت اب رشکِ براغ ہو	تھا آشتیاں ہما کا وہ اب صرفِ براغ ہو
عاشق کے دل کی طرح سے ویران ہو گیا	
وہ تختِ گاہِ خاص کہ عالم میں مشہور	شاہِ فلک بھی جس کا سلامی تھا ہر سحر
وہ سلطنت کہ مرجِ شاہانِ نامور	وہ قلعہ جو حصارِ فلک سے بلند تر
آراج اب بعرضہ یک آن ہو گیا	
یوں آسمان کی اس کو نظر کھائے حیف ہو	مانند مالِ مفت کے لٹ جاتے حیف ہو
یوں دفعتاً درق یہ اُلٹ جائے حیف ہو	رونے کا یہ مقام ہر اور جائے حیف ہو

ایکوں یہ جہازِ غرقہ طوفان ہو گیا	
ناموس اور تنگ کا تو تمام تھا کہاں شیطان کی طرح ٹوٹتے تھے جن پے ایماں	بے برہہ و حجاب تھیں نیکو سیرِ ناناں وہ حال جس سے مانگے قیامت بھی لاناں
دلی سا شہر حشر کا میدان ہو گیا	
جسمیں کہ تھی فرشتوں کی جیسے کی حرص و آرز کیا پوچھتے ہو کیا کہیں تقدیر بے نیاز	جاتا رہا وہ مسجد جامع کا امتیاز مٹی کعبہ کی مثال جہاں پنجگاں نماز
اب وہ مکان صرف کُشتان ہو گیا	
کیسا مٹا دیا ہے یہ گلزارِ ہائے اگر گر رہے ہیں سب رو دیوارِ ہائے	یہ کیا ستم ہے جہنمِ سنگارِ ہائے صرف زیاں ہی صورتِ بیارِ ہائے
عم سے سحر کا چاک گریبان ہو گیا	
پڑمردہ ہو گئے یہ شجرِ ہائے! لہلہ جاتے رہے صغیر کے بھی اب ہ چھپے	خوبوں کے کیا ہوئے وہ خدائے ناکِ ہٹے موقوف ایک تخت ہیں یاروں کے قبضے
اب ہم صغیرِ لبسِ نالان ہو گیا	
ضمیمہ مرزا مصطفیٰ بیگ مرحوم دہلوی	
چڑھ گئے دار پر سب پیر و جوانِ دہلی غیرتِ خلد تھا ہر ایک مکانِ دہلی مثلِ جنت کے رواں ہو یہ میانِ دہلی رشتہ بت خانہ چینی تھی دکانِ دہلی	کس کے آگے میں کروں آہ بیانِ دہلی پست تھی شانِ فلک کچھ کے شانِ دہلی چوک میں نہر جو واقع ہو پوچھا س کی نمود منعجب سارے جہاں کی تھی ہر اک حسنِ بہاں

	<p>خاک میں مل کے یہ معلوم ہوا ہم کو ضمیر نظرِ خصمِ فلک تھی لنگرانِ دہلی</p>	
<p>طالبِ انواب احمد سعید خاں مرحوم دہلوی میں دہلی اور جاگیر دار لوہارو تھے ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے ۱۹۲۷ء میں انتقال کیا مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ کلام غیر مطبوعہ چھوڑا۔</p>		
<p>دلی والوں کی زباں پر ہی بیانِ دہلی بارے آباد ہوا پھر کے جہانِ دہلی شہرِ دہلی تھا عجب شکِ دہِ خلدِ بریں فتنہِ غدر کو ہنگامہِ محشر کہیے</p>	<p>اور فلک پر ہیں ملکِ مرتبیہ خانِ دہلی بنے جلتے ہیں جو ٹوٹے ہیں مکانِ دہلی ہمنشیں تجھ سے کروں خاکِ بیانِ دہلی نالہِ صورت سے ملتی ہی فغانِ دہلی</p>	
	<p>سارے عالم میں پھرا اور سنی سب کی زبان پر نہ طالب نے کہیں پائی زبانِ دہلی</p>	
<p>طاہر لالہ رام پرشاد آنجنہانی۔ دہلوی</p>		
<p>کیوں نہ آوارہ پھریں غمزدگانِ دہلی جھولیاں کیوں نہ بھریں مدعیانِ دہلی بارِ منت سے بھلا کس کا نہیں سر نیچا کوئی ظاہر میں تھا اس کی خرابی کا سبب کس قرینے سے تھی آدستہ ہنسن کی چیز صبحِ پیری کے تھی کافور سے اُس کو نسبت</p>	<p>کہ ہو عنقا کے نشین میں نشانِ دہلی کہ عجب طرح کی زرخیز ہو کانِ دہلی کس کے سر پر نہیں حمانِ شہانِ دہلی اپنے اعمال ہوئے آفتِ جانِ دہلی چمنستان بھی گویا کد کاںِ دہلی گلِ رخسار جو رکھتے تھے حمانِ دہلی</p>	

<p>دشکِ طوبیٰ قد و بجز رخِ انور خورشید  ہند ہو جلتے ہیں شیرینیِ الفاٹ سے لب  میرے نزدیک توجبِ دادِ قصا کی لے  نظر آتی ہمیں صورت کوئی آسائش کی  اک فلک اور بنا میرے ستارے کے لیے  ایسی تصویر بتاں کو جو بگاڑا ہی چرخ</p>	<p>ماہِ نو تھا خمِ ابرو سے بتاں دہلی  کیا زباں کھول سکیں مدعیانِ دہلی  دہنِ اندکا ہو اور زبانِ دہلی  پنجہ مرگ میں ہو جانِ کسانِ دہلی  جب اٹھا دل سے مے و دُفغانِ دہلی  کیا دلِ عاشق شیدا تھے مکانِ دہلی</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

گہرا دھڑکا گاہِ اُدھر پھرتے ہیں بظاہر  
بن گئے سایہ دیوارِ مکانِ دہلی

### ظفر حضرت سراج الدین بہادر شاہ مرحوم مغفور بادشاہِ دہلی

۸ شعبان ۱۲۸۴ھ ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ ۲۸ مئی ۱۸۶۸ء میں تختِ نشین ہوئے۔ اکتوبر ۱۸۶۷ء میں قید کر کے لکھنؤ بھیجے گئے۔ ۳۴ دسمبر ۱۸۶۸ء کو رنگون بھیج دیے گئے۔ دو بویاں ایک رنکا اور ایک پوتان کے ساتھ تھے۔ ایک لاکھ روپیہ ماہانہ وثیقہ ملتا تھا۔ مارنمبر ۱۸۶۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ذوقِ مرحوم کے شاگرد تھے ضخیم کلیاتِ مطبوعہ ان سے یادگار رہی

<p>کیا پوچھتے ہو بکجرویِ چرخِ چنبری  کرتا ہو خوار ترا دیکھیں جن کو ہی برتری</p>	<p>ہو اس ستمِ شعار کا شیوہ ستمِ گری  اس کے مزاج میں ہو کیا سفلہ پروری</p>
-------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------

<p>کھائے ہو گوشتِ زلغِ فطخِ آٹھواں ہما  کیا مضنی ہو زراغِ کہاں اور کہاں ہما</p>	<p>بالکس ہیں زمانے میں جتنے ہیں کار و بار  شیوہ کیا ہی اُلٹا زمانہ نے اختیار</p>
-------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------

ہر موسم بہار خزاں اور خزاں بہار	آئی نظر عجب روشِ باغ روزگار
جو نخل پُر ثمر ہیں اٹھا سکتے سر نہ ہیں سرکش ہیں وہ درخت کہ جن میں ثمر نہیں	
باد صبا اور اُتی تپن میں ہر سر پہ خاک غنچے ہیں دل گرفتہ گلوں کے جگہ ہیں چاک	مٹتے ہیں دمدم کھنسا فوسن بگ تاک اکرتی ہیں بلبلیں یہی فریادِ دردِ ناک
شاداب حیف خار ہوں گل پائمال ہوں گلشن ہوں خارِ نخلِ منیلاں نہال ہوں	
نزدیک اپنے آپ کو جو کھینچتے ہیں دور دور نہ جو با صفا ہیں خرومندِ می شعور	دیکھا تو صاف فہم میں ان کے ہر کچھ قصور کیا دخل ان کو آوے کبھی نوحہ غور
رکھتے غبارِ کینہ سے وہ سینہ صاف ہیں ہر نیک و بد سے صورتِ آئینہ صاف ہیں	
جائیں محلِ فلک کے احاطے سے ہم کہاں کوئی بلا ہر خانہ زنداں یہ آسماں	ہو وے گا سر پہ چرخ بھی جاویں گے ہم جہاں چھٹنا محالُں سے ہے جب تک ہوتن میں جاں
جو آگیا ہر اس محلِ تیرہ رنگ میں قیدِ حیات سے ہر وہ قیدِ رنگ میں	
یہ گنبدِ فلک ہر عجب طرح کا قفس جنش ہو ایک پر کو تو پروٹ جائیں دنِ	طاقت نہیں ہر نالہ کی بھی جس میں کفن رہ جائے دل کی دل میں کس طرح سے ہوں
کیا طائرِ اُمید کی پرواز کر سکے میں میں نہ اتنا دم ہو کہ پرواز کر سکے	

کیا کیا جہاں میں ہو گئے شاہانِ ی کرم	کس کس طرح کے لکھتے تھے ساتھ اپنے وہ چشم
آخر گئے جہان سے تنہا سوئے عدم	دارا کہاں کہاں ہی سکند کہاں کچھ
کوئی نہ بیاں رہا ہونے کوئی یہاں رہے کچھ ای ظفر ہے تو نکوئی یہاں ہے	

## ظہیر سید ظہور الدین مرحوم دہلوی

اصلاح الدولہ مرصع رقم خان بہادر سید جلال الدین خوش نویس اُستاد ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے صاحبزادے تھے۔ رقم الدولہ کا خطاب تھا۔ ۱۰۷۱ھ کے بعد کچھ عرصہ تک اخبارِ جلوۂ طہر کی ایڈیٹری کی ۱۱ سال تک جہا راجہ الور کے یہاں رہے اس کے بعد ۱۰ سال تک ریاست جو پور میں پولیس کی ملازمت پر ممتاز رہے ۱۶ برس نواب احمد علی خاں رونق کی عزت افزائی سے ریاست ٹونک میں وظیفہ خوار رہے۔ آخر عمر میں حیدر آباد گئے۔ مگر سوار جہا راجہ کشن پرشاد کی مقرر کردہ رقم یعنی چالیس روپے کے یا بعض دیگر عاملین کی مالی اعانت کے پائے گاہ آصفی سے فیضیاب ہونے کی عزت نصیب نہ ہو سکی اور بادجو و شرف باریابی کے آٹھ مہینے کی امید واری کے بعد حیدر آباد میں ۱۴ ربیع الاول ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۹۰۷ء انتقال ہوا۔ دائرہ میریں آپ کا خزانہ۔

فرشتہ مسکن و جنت نشان تھی دہلی	زمین کے پردے میں ایک سماں تھی دہلی
جہاں میں ایک عجائب مکان تھی دہلی	غرضکہ اہل بصیرت کی جان تھی دہلی
یہ وہ جگہ تھی زمیں جس کی نہ اُگتی تھی یہ خاک وہ تھی کہ اکسیر ہاتھ ملتی تھی	
سوادِ ہند میں عرشِ احتشام تھی دہلی	بیاضِ مردابِ خاص و عام تھی دہلی

زین پہ چرخ کی قائم مقام تھی دہلی	جب آیا عہد جوانی تمام تھی دہلی
نفاں کہ جس کو ملائک نے انتخاب کیا	ستم ہو اس کو زمانہ نے یوں خراب کیا
یہ شہر وہ تھا کہ غنچہ تھا حسن والوں کا	یہ شہر وہ تھا کہ ٹختہ تھا نونہالوں کا
یہ شہر وہ تھا کہ مجمع تھا خوش جالوں کا	یہ شہر وہ تھا کہ مرجع تھا بالکالوں کا
یہ وہ مکاں تھا میں جسکے قیصر و جم تھے	یہ خطہ وہ تھا گدا جس کے فخر حاتم تھے
جہاں آبا و لقب تھا نہ شاعران کیلئے	جہاں کا لفظ بنا تھا اسی مکاں کیلئے
یہ درجہ اس کے لینے تھے نہ آسمان کیلئے	کہ اس سے کام زمانہ نے دو جہاں کیلئے
فلک سے رتبہ میں رتبہ دو چند تھا اس کا	مقام عرش سے پایہ بلند تھا اس کا
نفوس پیکار تنگ تھے در و دیوار	مکار خانہ چینی تھے کوچہ و بازار
مکان مکان سے ہویدا تھا جوشِ فصل بہار	بنا محلہ محلہ تھا غیرتِ گلزار
فلک صفائے عمارت پہ نہر کھاتا تھا	چمک سے ذروں کی خورشید تھرکتھراتا تھا
دل جہان تھا دلی سے مٹا ہوا	نہیں دل میں تلنگان پڑ جھا ہوا
کہ دل کو بوتے ہیں خانہ خدا ہوا	خدا کے گھر کو بگاڑا ستم کیا ہوا
نہیں جہان میں والد اس جہاں کی پناہ	جو انتقام ہو اس کا تو بس خدا کی پناہ



یہ وہ الم ہے کہ اس غم سے سب ہلاک ہوئے	لگا کے چرخ سے بھیجنے کا ساک ہوئے
ہلاک گور میں آسودگان خاک ہوئے	کفن بھی ساتھ گریباں کے چاک ہوئے
نہ روزِ حشر سے کم کھتی عذاب کی صورت	خدا دکھائے نہ اس انقلاب کی صورت
نہ غم سے دیدہ نرگس میں شکستِ بہم ہو	دُور سرشت کے چشمِ صدف بھی پر غم ہو
چمنناغچہ کا گلشن میں نالہ و غم ہو	تمام خانہ کیتی سر اسے ماتم ہو
جو دل خراش ہو شیون سے غمِ بیل کا	جو پیرے پرنے گریباں ہو باغ میں گل کا
جو رشائیدہ نرگس کھتی چشمِ فتانی	ہوئی ہو گریہ خونیں سے لعلِ رسانی
گھڑی گھڑی ہو فزوں آسودوں کی طغیانی	غرضکہ کشتی اہل جہاں ہو طوفانی
نہ ناخدا ہو نہ ملح فی کنا را ہو	خدا کی ذات کا اس بحر میں بہا رہا ہو
گلی گلی سے ہو آتی صدائے واویلا	زمین زمین سے ہو آہستی ذوائے واویدا
دکان دکان سے ہو گھر گھر سے حشر ہو پیدا	مکان مکان سے اٹھا غلغلہ ہو شیون کا
چہا رست رواجِ ستم پرستی ہو	فلک سے تازہ بلا پر بلا برستی ہو
زمین زمین کے دیپے ہو خاک اڑانے کو	مکان مکان کے ڈوبے ہو کٹ کھانے کو
رہی نہ جائے زمانہ کے سراٹھانے کو	ٹھکانے ڈھونڈتے فتنہ ہیں بٹھ جانے کو
گھروں کو دیکھ کپڑے لگے ہیں گھرِ عبرت	

	بنے ہیں روزِین دیوار دیدہ حسرت	
ہوئی جو شام تو شامتِ دُور کی شامت ہے	منو صبح قیامت پر اک قیامت ہے گھڑی گھڑی ہے غضبِ کھٹکھٹ آفت ہے	بلا بلا یہ مصیبت پہ اک مصیبت ہے
	ترے ستم سے کہاں بچ کے پڑ جانا جائیں زمینِ شق ہو تو اب چنچ ہم سما جائیں	
لباس ہے جو بدن پر اعلیٰ کا سماں ہے	کہ آج کل سروساں بھی دشمن جاں ہے تو بند بند ہیں طوقِ گلو گریباں ہے	جو پُرتے پُرتے سلاسل کی شکلِ ماں ہے
	بہا رِ لالہ و گلِ اشکِ خوں دکھاتے ہیں بجائے خندہ لب زخمِ مسکراتے ہیں	
جو ہاتھ عقدہ کشا تھے وہ بستہ کار ہوئے	جو قد کہ رشکِ صنوبر تھے وہ نزار ہوئے حنائی تلوے دلوں کی طرح نگار ہوئے	جو پاؤں غیرتِ گل تھے وہ خارِ خار ہوئے
	جو سنے گلشنِ خوبی تھے داغِ داغ ہوئے جو دل کہ خانہٴ عشرت تھے بے چراغ ہوئے	
گناہِ صورتِ تصویر رہ گئی حیراں	ہر ایک جسم بنا شکلِ قالبِ بے جاں برنگِ طائرِ ترسیدہ اُڑ گئے اوساں	چھٹے یگانوں کے ہمراہ ہوشِ نابِ تواں
	مثالِ آئینہ ہر ایک چشمِ حیراں تھی دلوں کی طرح سے جو زلف تھی پریشاں تھی	
ہر ایک وفتِ بزمِ جہان قتل ہوا	ہر ایک قبیلہ و ہر خاندان قتل ہوا ہر ایک مبلِ نوشیں بیانِ قتل ہوا	ہر ایک طوطیِ شیریں زبان قتل ہوا

گھر دوسے کھینچ کے کشتوں پہ شتے ڈالے ہیں نہ گور ہی نہ کفن ہی نہ رونے والے ہیں	
نکلنا شہر سے خلقت کا بے سرو ساماں وہ جانا پردہ نشینوں کا باسر عریاں	وہ چاک چاک گریباں لٹکے تا داماں وہ دار و گیر سپاہِ بنی بے ایماں
دراز دستِ نظم ستم شعاروں کا فلک کے یاس سے تنکا جفا کے ماروں کا	
نکلنے شہر سے ہیں پر مکمل نہیں کتنے کر وڑ شکل کو بدلیں بدل نہیں کتنے	ہزار چال سے چلتے ہیں چل نہیں کتنے قدم قدم پہ ہی لغزش سنبھل نہیں کتنے
کمزور موت نے کیا بند بند جگر طے ہیں زمین شہر نے ایک ایک کے پاؤں کپٹے ہیں	
وہ دھوپاں روہ ریگ تیاں ہ گرم ہوا وہ کینہ دوزی غارت گرا بجے پردا	وہ فوج فوج ہر ایک سو سے نرغہ اعدا اور اس پہ ظلم گنواروں کا اور داویلا
جو ہم سے سنتے ہیں اس انقلاب کی باتیں تو لوگ کہتے ہیں کرتے جو خواب کی باتیں	
وہ گل سے چہرے حرارت سے لہتاے ہوئے لبوں پہ آہ جگر میں الم سائے ہوئے	وہ گورے گورے بدن خاک میں ملائے ہوئے جفا کی تیغ سے سب زخم دل پہ کھائے ہوئے
وہ داغِ مرگ عز نزاں ہ دشتِ ہیبائی وہ ریگِ خارِ مرغیلاں وہ آبلہ پائی	
مکلوں سے چشموں پہ ایک مٹی سی چھائی تھی وہ مہ سے چہروں پہ گریا چھٹی ہوئی تھی	

غضبِ مہ پر دہ نشینوں کی بے ردائی تھی	غضبِ مہ پر دہ نشینوں کی بے ردائی تھی
بیان کیجئے نصیبوں کی کیا بُرائی کا وہ دشت اور وہ پھرنا برہنہ پانی کا	بیان کیجئے نصیبوں کی کیا بُرائی کا وہ دشت اور وہ پھرنا برہنہ پانی کا
جہاں کی تہہ خوں تیغِ آبدار ہوئی سنانِ نیزہ ہر ایک سینہ سے دوچار ہوئی	جہاں کی تہہ خوں تیغِ آبدار ہوئی سنانِ نیزہ ہر ایک سینہ سے دوچار ہوئی
ہر ایک شہتِ قہنایں کشاں کشاں پہنچا جہاں کی خاک تھی جس جس کی وہ دہاں پہنچا	ہر ایک شہتِ قہنایں کشاں کشاں پہنچا جہاں کی خاک تھی جس جس کی وہ دہاں پہنچا
نہاں گلشنِ اقبال پامال ہوئے یہ کیا زوال ہوئے اور کیا کمال ہوئے	نہاں گلشنِ اقبال پامال ہوئے یہ کیا زوال ہوئے اور کیا کمال ہوئے
جو عطر گل کا مکتے ملے وہ مٹی میں جو فرش گل پہ تھے چلتے ملے وہ مٹی میں	جو عطر گل کا مکتے ملے وہ مٹی میں جو فرش گل پہ تھے چلتے ملے وہ مٹی میں
کہاں وہ خسروِ عالی نظر بہادر شاہ کہاں وہ بادشاہِ داوگر بہادر شاہ	کہاں وہ خسروِ عالی نظر بہادر شاہ کہاں وہ بادشاہِ داوگر بہادر شاہ
کہاں سے باغی بے دین آگئے ہر ہر کہ نام اُس کا جہاں سے مٹا گئے ہر ہر	کہاں سے باغی بے دین آگئے ہر ہر کہ نام اُس کا جہاں سے مٹا گئے ہر ہر
جہاں میں جتنے تھے اوباش و زنیہ نافر جاہ ہوئے شریکِ سپاہِ شہرِ بد انجام	جہاں میں جتنے تھے اوباش و زنیہ نافر جاہ ہوئے شریکِ سپاہِ شہرِ بد انجام
دو چند آتشِ فتنہ کو سر بلند کیا کیا وہ کام کہ عالم کو درد مند کیا	دو چند آتشِ فتنہ کو سر بلند کیا کیا وہ کام کہ عالم کو درد مند کیا

شریر و مغوی و نا اہل سرٹھانے لگے	کہ گمریوں کو رہ گمری دکھانے لگے
چھپے ہوؤں کا سراغ و نشان بتانے لگے	پکڑ پکڑے ستمگار خوں بہانے لگے
اٹھانی گیرے اچھے گھروں سے گھر بھاگے	
جو گھٹے گئے تھے وہ گھڑی لپکے گھر بھاگے	
بدی کے تخم شقی کشت دل میں بونے لگے	کہ بے گناہ زن و بچہ قتل ہونے لگے
جو اہل درد تھے رور و کے جان بھونے لگے	مسح و خضر بھی منہ دھانپ حانپنے لگے
ستون خانہ نصفت گر دیئے یکسر	
چراغ بزم عدالت بجھا دیئے یکسر	
نہ دیندار تھا کوئی نہ دینداری تھی	ستم پرستی و جور و جاستھاری تھی
یہ پاسداری ملت تو مستھاری تھی	پراس کے پوئے میں فکر حرام کاری تھی
غرض کہ دین کو سمجھے تھے وہ ستمگاری	
نمک حرامی و محسن کشی تھی دینداری	
برائے نام ستمگار دیندار بنے	جو دیندار بنے تو ستم شعار بنے
ستم شعار بنے جب تو ذی وقار بنے	جو ذی وقار بنے تو حرام کار بنے
کیا وہ ظلم کہ سر پر جہاں اٹھا مارا	
خدا پرست نہ تھا کیا کوئی خدا مارا	
یہ کیسی آتش فتنہ لگا گئے ظالم	جہاں میں ایک قیامت بچا گئے ظالم
غرض کہ نام خلافت اٹھا گئے ظالم	بھوں کو مٹنے سے پہلے مٹا گئے ظالم
کسی پہ قہر خدا کا نہ آفت آئی تھی	

میں نے  
کچھ  
نہیں  
کہا

یہ خاندانِ ترقی پر قیامت آئی تھی	
ہزار شکر کہ دورانِ دور کو پر ہی	زمانہ عہد میں اُس کے ترقیوں پر ہی
وہ آسمانِ کرم کا مہ منور ہی	سخی و سرور و ذی جاہ و داد گستر ہی
اگر نہیں تو نہو بنگی و خاوندی	
اُسے درست تو ہی نسبتِ خداوندی	
ظہیر بہیدہ تا چند خامہ فرسائی	خیال ہرزہ درائی و بادہ پمائی
عبثِ عبث بہ نگاہِ پلو و آبلہ پائی	نہیں پسند نہیں تیری نغمہ آرائی
زباں کو بند کر اور منہ سے کچھ نکال نہ بات	
مثلِ سُنی بھی ہی تو نے گزشتہ راصلوات	

### ایضاً

بل بے دہلی وزے شوکتِ شانِ دہلی	لامکاں بن گیا ایک ایک مکانِ دہلی
مل گئی خاک میں سب کتِ شانِ دہلی	نہ رہا نام کو بھی نام و نشانِ دہلی
ای فلک اپنے گریبان میں منڈال ذرا	ہاے یہ ظلم و ستم اور کسانِ دہلی
وہ قیامت ہیں فرشتوں کو لٹا دیتے ہیں	شوخی و بدست فیسوں کا بٹانِ دہلی
نام کو ترکا نلو حضرتِ واعظ دیکھو	چوس جائیں نہ کہیں دہلی و کسانِ دہلی
زمرے بھول گئے نغمہ طرازانِ چین	ہر ایک نوہرہ گرو مرثیہ خوانِ دہلی
رہ گئے کہنے کو کچھ کچھ ہیں فسانے باقی	اب نہ دہلی ہی رہی اور نہ زبانِ دہلی
فلکِ پیر نے مٹی میں ملا یا سب کو	پھرتے ہیں خاکِ بسرِ پیر و جوانِ دہلی

<p>ایک عالم سے نرالا ہے جہاں دہلی کیا قیامت ہیں طرصارِ بتانِ دہلی عالم آشوب ہیں یہ کج کلبانِ دہلی چند اشخاص تھے باقی جو نشانِ دہلی جسمِ دونرخ میں ہر فردوس میں جانِ دہلی جو ہر فردو کو کل جنسِ دکانِ دہلی اچھا الناس ہے وہ خاصِ بانِ دہلی</p>	<p>ہیں نئے ڈھنگ نئے رنگ نئی گنتِ شہید دلر باہر لقا ماہ جیس دہمن دیں ایک سے ایک طرصارِ نظر آتا ہے چرخِ بد میں یہ غضب ہے انھیں دیکھ سکا کیوں نہ پامال ہو مردہ ہو بدستِ زندہ خوش متاع سر بازار ہے ارزِ بازار بولتے ہیں جسے اردوئے معلیٰ احباب</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

رات دن گریہ ہے اور شاہِ اوسینہ ہے  
اور ظہیرِ جگر افکار و بیانِ دہلی

## عابد سید حسین علی خاں مرحوم دہلوی

ساک دہلوی کے شاگرد تھے۔

<p>ڈھونڈیئے اب بھی کوئی شہرِ بیانِ دہلی پھر اسی رنگ میں ہیں پرو جانِ دہلی حورِ سُنتی ہیں بے شوق زبانِ دہلی یوں بسر کرتے ہیں اب بادہ کشانِ دہلی لُٹ گئی غدر میں افسوسِ دکانِ دہلی جسمِ دہلی ہے تو یہ لوگ ہیں جانِ دہلی نرہے تو بہ شکن جبکہ بتانِ دہلی</p>	<p>ہم نے مانا کہ ملی خاک میں شانِ دہلی فادہ مستی اسے کہتے ہیں کد غارت ہو کر کرتے ہیں لوگ جو دلی کے ارم کی باتیں خونِ دل پیتے ہیں رشِ خدا کرتے ہیں جنسِ حسرت کے سوا کچھ نہ رہا اب باقی غالبِ شیفۃ و نیز و سالکِ ثاقب تو بہ کی عشق سے کب حضرتِ عابد تم نے</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

## عاصی۔ نواب غلام حسین خاں مرحوم دہلوی

جنتی لوگوں سے سُن سُن کے بیانِ دہلی عرش تک پہنچ گئے غمزدگانِ دہلی غور کی جا ہو جو دل میں کوئی انصاف کسے جبرِ حاکم سے جو کھلے تھے بھی شہر کے لوگ دلی سے جو کہ نہ رکھتے تھے قدم باہر کو منہدم چرخ نہ اس شہر کو کیونکر کرتا	جوریاں کرتی ہیں جنت پہ گمانِ دہلی عرش سے فرش تک ہو جو فغانِ دہلی میر اور دور کی ہو صاف زبانِ دہلی پا پیادہ تھے مگر تھے نگرانِ دہلی جور بدر وہ ہی ہیں نواب و خانِ دہلی ہفت اقلیم کی تھا جانِ جانِ دہلی
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

## عاقل۔ نواب ضاعلی خاں مرحوم دہلوی

کیا کروں کس سے کروں ہ بیانِ دہلی جن کا مذکور سُن سے بھی غش آجاتا تھا دیکھ لیں گے ارمِ خلد کو بھی آخر ہم باعثِ شان تھے جو لوگ وہ ہی ہے	جان بن کر گئے جو لوگ تھے جانِ دہلی کیا ہوئے ہائے خدا یا وہ بتانِ دہلی شہر تو کوئی نہیں دیکھا بشانِ دہلی اب ہی کیا ہو جو تو دیکھے ہو شانِ دہلی
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

حضرتِ دہلی کے باشندے ہیں جن سے عاقل  
مکملینِ خلد پر رکھتے ہیں گمانِ دہلی

## عباس۔ میرعباس مرحوم دہلوی

نقشہ خلد تھا گویا یہ مکانِ دہلی	نہ مٹا ہو نہ مٹے نام و نشانِ دہلی
---------------------------------	-----------------------------------



<p>چشم حسرت سے ہو نرگس نگرانِ دہلی لئے دے دے کے درم داغِ زبانِ دہلی ایک مدت سے فلک تھا نگرانِ دہلی خونِ دل کیوں نہ پتیں بادہ کشانِ دہلی لے گیا دہلی سے ہر پیر و جوانِ دہلی کہ ہوا پردہ درِ حین بتانِ دہلی ہو مگر روضہ رضواں پہ گمانِ دہلی</p>	<p>کیا ہی برباد ہوا باغِ جہانِ دہلی اہلِ دہلی کو تو حب الوطنی نے مارا چشمِ بد میں کی نظر گر گئی کامِ آخر کار میکدے جتنے تھے اس شہر کے برباد ہوئے کچھ نہ باقہ آیا۔ مگر ایک غمِ بے وطنی اور کیا اس سے فلک قہر زیادہ کرتا نسلِ دہلی کے کہیں نقشہ نہ دیکھا ہم نے</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

### عزیز تر راجہ یوسف علی خاں مرحوم دہلوی

<p>کہ فقط نام کو باقی ہو نشانِ دہلی نازِ مینارِ پری چہرہ میانِ دہلی تجھ سے اس وقت بھی بہتر ہو خزانِ دہلی ورنہ کیا بن گئے تجھ کے بتانِ دہلی صاف شفاف عموماً ہو زبانِ دہلی کوئی اتنا بھی نہیں دوست میانِ دہلی نخلِ باقم ہو ہر ایک سرورِ وانِ دہلی ابرِ دربار ہو اور بحرِ روانِ دہلی ریشکِ فردوس تھا ہر ایک مکانِ دہلی ہم کو تقدیر نے دکھلائی خزانِ دہلی</p>	<p>کیجئے ای ہمنفسو خاکِ بیانِ دہلی آنکھتے ہیں سلامت سے ملکِ پنجاب اس قدر نازش بیجا نرا دی فصلِ بہار غم سے ساکت ہیں جو باتیں نہیں کہتے سب سے ختم یہ بات ہو اس شہر پہ ہم منصف شیفہ ہو یہ جوانِ تم پہ کہے اس نخل سے قبرِ عشاق پہ ستادہ ہیں کھلے ہوئے بال جامِ ملِ موسمِ گلِ نغمہ و دیوانِ خاص سو برس اس طرفِ لوحِ شہرِ قہرِ خراب کی بھی اجاد نے کلگشتِ ابد جاہ و حشم</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

<p>دل کی تڑپیں ہر بس آفتِ جانِ مضطر یوں تو اللہ کی قدرت کا ہی جلوہ ہر جا نشہ ہر چند ہرن ہی پہ غزل کیا لکھے سنئے ہیں گردشِ افلاک نے غصہ جو کیا یہ بھی تاثیر ہی ایک دورِ قمر کی ورنہ کیا بیاں کیجے او کو پُچھ جاناں تجھ سے لنبد الحمد کہ حکام کو ہی خلق پہ رحم</p>	<p>لے لے اس کو کوئی اب فتنہ پر جنھیں کہتے ہیں بہت وہ ہیں بتاؤ جائے انصاف ہی آبادہ کشانِ دہلی جا بسے خلد میں سب عور و شانِ دہلی ہم کہاں اور کہاں ماہ و شانِ دہلی کوئی آباد نہ تھا شہرِ شانِ دہلی ورنہ رہتا نہ کہیں نام و نشانِ دہلی</p>
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

<p>ہو چکی سمعِ خراشی بہت اب ہو خاموش ای عسائی اب نہیں بہتر ہی بیانِ دہلی</p>	
----------------------------------------------------------------------------------	--

### عزیز مرزا یوسف علی خاں مرحوم دہلی

<p>جنتی دیکھ کے کہتے ہیں خزانِ دہلی دہلی ایک سیفِ نفصل ہے کہ ہو شہرِ نیاہ یاں نہ ذکرِ ملکوت اور نہ بیانِ لاہوت اس میں کچھ تھا کہ نہ تھا ایک بھرم تھا کتنا عقل چکرائے گی کہتا ہوں سن کی فیک فرض دہلی کو اگر کیجئے جنت ہی بجا پڑیہ پڑ فاقہ ہی ہر روز تو روزہ کیسا بادہ جز خونِ جگر اور نہ ساتی جزِ رنج</p>	<p>ہی بہاؤ چمنِ حسلہ از آن دہلی حفظِ دہلی کے لیے طرفہ میانِ دہلی اور ہی کچھ ہی نگاہوں میں جہانِ دہلی نہ رنے کھول دیا رازِ نہانِ دہلی بھر گیا تجھ سے اگر کوئی جوانِ دہلی کہ ہیاں نہرِ رواں کا کشانِ دہلی دیکھنا چاہیے حالِ رمضانِ دہلی ذی کوئی میکدہ ذی پیرِ معانِ دہلی</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

<p>اب سمجھتے ہیں اسے شورِ فغانِ دہلی          مل گئے خاک میں وہ سیمبرانِ دہلی          جسم بچاں ہی یہ گویا نہیں جانِ دہلی          اب ہی لوگ ہوئے مرثیہ خوانِ دہلی          اب ہی بے نور وہ چنمِ نگہانِ دہلی          کہیے کیونکر نہ انھیں گوشِ گرانِ دہلی          کیوں ہی اس شہرِ خلقت کو گمانِ دہلی          خاک اُس میں نہیں خالی ہو وہ جانِ دہلی</p>	<p>نہر کا شہر میں کہتے تھے جسے زور اور شور          جو طلائِ نوحِ خورشید پہنستے تھے سدا          اس احاطہ میں نہیں زینتِ آبادیِ خلق          حیف صد حیف کہ جو لوگ بتا بشارت تھے          لال ڈگی کہ بڑی جس کے سببِ وفاتِ شہر          بنڈیے ہیں در شہر کہ ٹھکتے ہی نہیں          خاص بازار نہیں چوک نہیں قلعہ نہیں          چاندنی چوک کا میداں کہ پر از تہمت تھا</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

کیوں عزیزِ اب وہ کہاں قدرِ متاعِ خوبی  
 خاکِ آبادِ ہر دُنیا میں مکانِ دہلی

## عیشِ حکیم آغا جان مرحوم دہلوی

خاندانی اور بادشاہی طبیب تھے۔ غیریں کلام اور خندہ پیشانی تھے۔ میاں بہر کو  
 پال کر انھوں نے سب سے بھڑائی۔ کیونکہ وہ اُس تاجِ دوں پر چلے کرنے لگے تھے۔ انھوں نے خود  
 بھی مرزا غالب کے خلاف اجمیری دروازہ کے مشاعرہ میں ایک قطعہ پڑھا تھا جس کا آخر مصرعہ  
 یہ تھا: مگر ان کا لکھا یہ آپ بکھیرنا خدا سمجھے۔

<p>عجیب طرح کی باغ و بہار تھی دہلی          ریاضِ قدرت پروردگار تھی دہلی</p>	<p>جہاں میں غیرتِ صد لالہ زار تھی دہلی          اغرضِ گلِ چینِ روزگار تھی دہلی</p>
----------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------

	وہ وہ تھی ابر گہر بار جس کو کہتے تھے وہ وہ تھی گلشن بے خاں جس کو کہتے تھے	
بیان اس کے کروں طغیانی نامِ خدا کہیں اگر اُسے فردوسِ ننگ ہو اُس کا	وہ قطعہ دے زین پر بڑا معظم تھا نسیمِ خار سے بہتر تھی ہاں کی آبِ ہوا	
	مناہم جان کو بس فرحت اُس سے آتی تھی ہر اک بشر کی مزار و روح اُس سے پاتی تھی	
مریضِ غم کے لیے خانہ شفا تھی وہ جو خاک بھی تھی ہاں کی تو کیسیا تھی وہ	جہاں میں دردِ دل و جان کی دوا تھی وہ بھلا میں کیا کہوں تم سے کہ چیز کیا تھی وہ	
	زمین و ہاں کی شرفِ آسمان پر رکھی تھی فلک کی آنکھ بھی حسرت سے اس کو لگتی تھی	
عجیب طرح کے تھے اُس کے کوچہ و بازار اور اُس صفائی پہ تھا ایسا لطفِ نقش و نگار	ہنسنے تھا آئینہ پر اُس کا ہر دیوار بعبینہ جیسے کہ آئینہ میں کھلے گلزار	
	لگا رہے وہاں اہل نظر کا دیدہ دل نہو دے اور طرف دیکھ کر اُسے مائل	
عمارتیں تھیں وہاں کیسی شانوں کی تھی اہل دیدہ کو وہ فرحِ بخش جانوں کی	بیان کیجیے کیا خوبی اُن مکانوں کی انھیں تھی دیکھ کے خرفِ عقل آسمانوں کی	
	زمین بھی تھی تو وہاں کی اس آبِ تاب پھی کہ جس کے ذرہ کو بھی چشمِ آفتاب پہ تھی	
ہر ایک ذرہ وہاں کا تھا رشکِ صدفِ خورشید	وہ جائے اہل نظر کے لیے تھی قابلِ دید	

جو عالم اُس کا تھا وہ تو نہ دیر نہ شنید	جہاں میں قہل در آرزو کی تھی وہ کلید
ہر ایک طرح کا دواں انبساط حاصل تھا	وہ طبقہ باعثِ آرام دیدہ دل تھا
وہ کیا جگہ تھی طلسمات کا سا عالم تھا	مدامِ فصلِ بہاری کا دواں ٹھومک تھا
بھرا ہوا وہ خوشی سے مکانِ ہر دم تھا	نہ دل تھا ایسا کوئی دے کہ جو نہ خرم تھا
ہر ایک فردِ بشر کو خوشی سے کام تھا وہاں	نجاتا کوئی نہ ہمار غم کا نام تھا وہاں
ہوا وہاں کی تھی بس مشکبازِ عنبرین	ہر ایک ل کو تھی فحرتِ فراطرب انگیز
ہر ایک مچھتی اس کی خوشی سے دواں لبریز	تھی جانِ دل کے لیے اُس کی گہمتِ شر تیز
لطافتِ ایسی تھی دواں کی ہوا میں نامِ خدا	کہ جس کے لطف کو کہتی تھے دیکھ صلّ علیٰ
بسانِ آئینہ اس سوچ میں تیراں ہوں	کہ اُس مکان کو تشبیہ دے تو کس سے دوں
خلافِ ادب کے ہر باغِ جناں جو اس کو کہوں	عجیبِ رتِ حق سے تھی وہ جگہ موزوں
کہ جس پہ روضہٴ رضواں کو رشکِ تا تھا	اور اُس کو خالدِ بریں دیکھ خار کھاتا تھا
وہاں تھا مجمعِ اہل کمال و اہل ہنر	و حیدِ عصر تھا دواں کا ہر ایک فردِ بشر
رکھے تھا ہمتِ عالی ہر اک بلند اختر	کسی کو فیض ہو تھا اُن کو یہ ہی مدِ نظر
ہر ایک طرح کا دواں فیضِ اُن سے جاری تھا	ہر ایک شخص پہ النصہٴ فصلِ باری تھا

جہاں میں ولایت ہر سے تھوہ الا مال اور اُن کمالوں کے تھے ساتھ صفا اقبال	وحید عصر تھے جو اہل علم و فضل و کمال ہر ایک عقدہ کو ہر ناخن اُن کا تھا حلال
	زمیں کی سطح پہ فیض اُن سے اک جہاں کو تھا زہیں پان کے سبب رشک آسماں کو تھا
لیکن ویسے ہی تھے اور مکان ویسے ہی خدا کے فضل سے ذی عز و شان ویسے ہی	زبان ویسی ہی اہل زبان ویسے ہی فصیح ویسے ہی تھے خوش بیان ویسے ہی
	ہر ایک طرح کا صاحب کمال تھا اُس میں ہر ایک صاحب حسن و جمال تھا اُس میں
اور اہل شہر کی ہر وضع میں شرافت تھی ہر اک سخن میں لطیف تھا اور طرافت تھی	ہر ایک چیز میں اُس شہر کی لطافت تھی طبیعتوں میں لطافت تھی اور لطافت تھی
	عرض وہاں کا تھا ہر خاص و عام ویسا ہی جہاں میں تھا وہ خطہ تمام ویسا ہی
ہر ایک وز و مشابہ بخار و زعید کے ساتھ اب ہو گئی وہ جگہ ایسی موردِ آفات	شب ہرات کی مانند وہاں کی تھی ہر رات ہر ایک شخص تھا وہاں نیک ذات و نیک صفت
	کہ اُس کا نام بھی لینے سے خوف آتا ہی خیال بھی وہاں جانے سے منہ چھپاتا ہی
طواف کرتے تھے جس گھر کا مہر ماہ تنگ بہو نچا حد تک اس کی تھا فخر و رملک	وہ بارگاہ کہ تھا جس کا عتبہ بوس فلک جہاں میں اس کی تھی عظمت سے تابسمک
	تباہی اُن کی سنا قابلِ بیان نہیں

کہوں تو کیونکہ کہوں طاقتِ زبان نہیں	
فلک نے اُن کے وہ آپس میں تھے ڈالے پھنسے ہیں اُن کے سب آفت میں لڑتے اویالے	دل جگر پہ پڑے پڑتے غم کے میں بھالے اور اُن کو اُس نے بھی جینے کے میں پے لالے
خبر نہ جان کو دلی نہ دل کو جان کی ہے اور اُن سے ویسے ہی چھڑا اب تک سماں کی ہے	
وہاں پہنچے ہوئے ذوالاقتدار تھے جو جو متین و صاحبِ عزت و قار تھے جو جو	یگانہ و شرفِ روزگار تھے جو جو زیں پہ باعثِ صدا فتخار تھے جو جو
فلک نے اُن ہی کو چن چن کے پامال کیا انھیں کو موردِ دردِ رنج و صدِ ملال کیا	
اب اس میں دل کو ہر مثلِ آئینہ کے حیرانی کہ اس طرح کی لطافت جہاں تھی ازلی	بسانِ زلفِ ہوا خط کو یہ پریشانی یہ دل میں کتنا ہوں سن سکتے ہاں کی ویرانی
الہی خواب تھا یا وہ خیال تھا۔ کیا تھا وہ واقعی تھا کہ یا احتمال تھا۔ کیا تھا	
فلک کی آنکھ نہ تھی جن کو دیکھنے پاتی خدا نے دی تھی انھیں ایسی عصمتِ الٰہی	نہ تھی مجالِ صبا کی جو اُن تک جاتی کہ نامِ غیر جو فتنے تو اُن کو شرم آتی
فلک نے بختا ہر اُن کو لباسِ عریانی ہر ستر اُن کے لیے اُن کی پاک دامانی	
غرض فقط میری اس داستان سے یہ ہے مراد اُن کی بس اظہارِ شان سے یہ ہے	مالِ کارِ میر اس بیان سے یہ ہے حصولِ شرحِ مکین و مکان سے یہ ہے

کہ ایسے ایسے مین و مکاں خراب کئے فلک نے سب دل و جان و جگر بکاب کیے	
وہ دل ہو کونسا اس غم سے جو خراب ہیں	وہ کون شخص ہو جو گرد پہنچ و تاب نہیں
وہ جان کونسی ہو جس کو خطر اب نہیں	اب آگے حال کے لکھنے کی مجھ کو تاب نہیں
کروں ہوں ختم دعا پر دیر قبول ہو و ا خدا سے عرض ہو اب یہی اپنی صبح و مسا	
الہی کر دے پھر آباد باغ دہلی کو	کر اپنے فضل سے روشن چراغ دہلی کو
مے نشاط سے بھرے اباغ دہلی کو	دلوں سے خلوت کے تو دھوئے دین دہلی کو
دعا ہو مجھ سے یہی اسی مسبب الاسباب کر اپنے ابر کرم سے وہ باغ پھر شاو اب	
انہیں مہینوں سے پھر وہ مکان ہوں آباد	الہی عیش جگر خستہ کا بھی کر دل شاو
رکھ امن میں اُسے اور اُس کی آل اور اولاد	بخت سید کونین و آلہ الامجاد
پھر اس کو دیا ہی آباد کر خداے کریم بخت سورہ یسین و سورہ حم	
ایضاً	
کیا کہوں میں فلک شعبہ گر کی نیزنگ	دیکھ کر اُس کے طلسمات سے ناعقل ہو دینگ
متحیر ہیں سن اس حال کو اہل فرہنگ	اُن پہ کیا سن کے ہو اس ظلم سے ہر کہنگ
شیخ ساں سب کو کیا خاک جلا کر اُس نے چھوڑا بس خاک میں ایک ایک کو ملا کر اُس نے	



نہیں! بسا کوئی دل نہیں اس غم سے دوچار	کس کے دل میں نہیں اس غم کا ہوتا تو غار
سُن کے اس حال کو سینہ نہیں ہر کس کا فگار	کون ایسا ہو جس غم سے نہیں ار و نزار
کو نہ دل ہو جس غم میں گرفتار نہیں	کو نہ کسی آنکھ ہو جس غم سے جو خوبا رہ نہیں
ڈالا اوقات میں اُن اہل کماؤں کے خل	عقدے حل ہوتے تھے جن پاس کے مالاخیل
قول کو جن کے سمجھتے تھے یہ قول فیصل	اُن کی کیونکر نہ ہو حالت متغیر پل
دل سے بے چین ہیں خاطر سے پریشان ہیں وہ	کچھ مسیر نہیں ہر چیز سے حیران ہیں وہ
اور سو اس کے ہیں جانوں کے بڑے اندیشے	دل پر پڑتے ہیں پچے اُن کے غموں کے تیشے
ڈر سے جانوں کے لئے کرتے وہ ازل سے	جو تیاں بیچے ہو اُن میں کوئی کوئی بیشے
اس پہ بھی چین نہیں جان کو مبتلا ہی	اُن کی قسمت میں فقط بخور و بے خوابی ہی
ابو غم دل پہ ہو ہر شخص کے ایسا چھایا	چرخ نے اُن پہ سنا غم کا یہ مینہ برسایا
اُن کا اس چرخ سنگد کو یہ عالم بھایا	یاں تک دئے کہ بس منہ کو کایجا آیا
اشک نے اُن کے آنکھوں سے پتے چھرتے ہیں	اور سات اُن کے یہ کٹ کٹ کے جگر کرتے ہیں
تھے وہ جن باغوں میں اقسام کے میوے پُروڑے	ناشپاتی وہی سیب و انار و انگور
اور اسی قسم کے میووں سے چمن تھے معمور	اُن کی بواہ سے ہو جاتا تھا خفقان بھی دور
یا انھیں باغوں میں ہیں چار طرف کے ڈھیر	

اور گل و غنچہ کی جاہیں خس و خاشاک کے ڈھیر	
دیکھ ہاں سبزے کا اور آبِ و اں کا عالم جمع ہوتا تھا وہاں ایک جہاں کا عالم اور ہی ہوتا تھا وہاں پیرو جو اکل عالم کچھ بیاں ہو نہیں سکتا ہر وہاں کا عالم	
یا وہاں کانٹوں کے لبِ ہیر میں اور پتے ہیں تھے جہاں پھول بجا سنت کے وہاں کھٹے ہیں	
جس جگر بستے تھے پروں کے کھانڈے زناات اور ہر طرح کی موجود تھیں اُن کو نعمات مہر و ش کرتے تھے اُن سیر لیے ہاتھ میں بات جز خوشی سننے میں تھی نہ تھی اُس جا کچھ بات	
یا وہی جاہر کہ انسان کا وہاں نام نہیں اور جو ہر کوئی تو بس غم کے سوا کام نہیں	
وہ پریزاد جنہیں دیکھ کے جان آتی تھی میٹھے بیٹھے جو طبیعت کبھی گھبراتی تھی نام سے اُن کے سدا روح مزایا تھی اُن سے ملتے تھے تو فوراً یہ بہل جاتی تھی	
خاک میں اُن کو ہر اک طرح ملایا اُس نے ہم جگر سوختوں کو اور جدا یا اُس نے	
وہ نہ جو پاؤں نزاکت کے زمین دھرتے اُن سے کچھ چپکے بھی کہتے تھے تو ڈرتے ڈرتے بات بھی کرتے کسی سے تو اشارہ کرتے مرد و زن پیرو جو اُن م تھے سب انکھنٹے	
خاک اب چھلنے پھرتے میں ہر صحرائوں میں اور ستم اس پہ کھیلے ہیں پڑے پاؤں میں	
جامِ عشرت سے سدا رہتے تھے دن رات مست بزم میں اُن کی سدا بلِ طرب کی تھی شست اور موجود وہاں رہتے تھے ریا دہ پرست ہاتھ اٹھاتے تھے وہ سب نج و اہم سے کد رست	

	اب وہ غم کھاتے ہیں اور خونِ جگر پیتے ہیں خاک جیتے ہیں مگر کہنے کو ہاں جیتے ہیں	
تھا وہ جن لوگوں کے ہاتھوں کی تمنا گئی تھی خوابِ نخل سے لطف کو تھا ہاں اُن کے مال	بار سے رنگِ جنا کے وہ ہوتے جاتے تھے لال ہنسکے ہوتے تھے نظر گرمی سجدہ چاند کے گال	
	اب ہی لوگ ہیں اور بادِ یہ پیمانی ہے مل گئی خاک میں سب میری و مر زانی ہے	
جن کو موجود تھی جمعیتِ خاطر ہر دم اور آرام سے شیرازہٴ خاطر تھا . ہم	خوابِ راحت نہ تھی جن کو کہ فرصت ہر دم کیا کروں شیش میں اُن لوگوں کا احوالِ قم	
	لیتی اب لطفِ ہر دم اُن سے پریشانی کو آئینہ لیتا ہر مول اُن سے سی حیرانی کو	
ایضاً		
.	نر ہا نام و نشانِ دہلی آہ دنیا میں بیانِ دہلی ہم سے ہر ایک مکانِ دہلی یوں فلکِ پیرو جو ان دہلی غازہٴ ماہِ رخاں دہلی جن سے تھی شوکتِ شانِ دہلی سچ بتا کر کے زیانِ دہلی کھا کے سو گندِ بجانِ دہلی	مل گئی خاک میں شانِ دہلی نہیں برباد ہوا کوئی مکان ہو گیا کیا کہوں پامالِ ستم دشتِ غربت بیچ بچھٹے خاک گر کلفت ہوئے فسوسِ افسوس شان و شوکت ہوئی اُن کی برباد کیا ہوا فائدہ اچرخِ کچھ دیکھ کہتی تھی جیسے چشمِ فلک

<p>             نہیں سرسبز بسانِ دہلی              بلبلیں مرثیہ خوانِ دہلی              ناپسند آئی تھی آنِ دہلی              نخلِ اُمیہ کانِ دہلی              کر کے اس طرح بیانِ دہلی              ای فلک سرو قدانِ دہلی              یاد کر غنچہ لبانِ دہلی              کھا غمِ ماتمیانِ دہلی              زلفِ پرہیزچ بتانِ دہلی              یادِ خالِ پریانِ دہلی              نگہِ خوش نگہانِ دہلی              زیب لبِ مستیِ دیانِ دہلی              بل بے نیرنگِ خزانِ دہلی              ہو کہاں اب زبانی دہلی              جیسے تھے پیشہ ورانِ دہلی              مرثیہ قاعدہ دانِ دہلی              خوانِ نیما کیا خوانِ دہلی         </p>	<p>             دوسرا گلشنِ دنیا میں چمن              سو وہ ایسی ہوئی برباد کہ ہیں              نخلِ چمنِ دہر کو کیا              کیا قلم یوں جو کئے اس نے قلم              قمریاں کرتی ہیں کو کو غم میں              مل گئے خاک میں کیسے کیسے              عند لیبانِ چمن ہیں نالاں              پہنی سوسن نے ہونٹلی پوشاک              بیچ کھاتی ہو یہ سنبلِ گریاد              لالہ ہو داغِ بہ دل کرتا ہو              یاد کر کر کے ہو زنگِ حیراں              خوں بدلِ شام و شبنم ہو گریاد              گل کھلایا یہ نیا عالم میں              اب کہاں ہو وہ کلامِ شہید              پیشہ ور ایسے کہاں ہیں پیدا              مل گئے خاک میں بابلِ کمال              الغرض چرخِ جفا کا رنے آہ         </p>
<p>             دل بھرا آتا ہو خاموش ہو عیش              تجھ سے سن سُن کے بیانِ دہلی         </p>	

## ایضاً

<p>کیا جانے اہل دہلی سے کیا بات ہوگی          بھٹی رات وہاں کن سے بھی وژن یادہ تر          ہر شب شبہات بھٹی ہر روز روزِ عید          یہ واردات دہلی کی وہ ہر کہ یاں تو کیا          جو سرزمین کہ مسکن قدسی صفات بھٹی          نقش قدم کی طرح سے سب خاک میں ملے          مت پوچھیے بگڑتے ہی دہلی کے کیا کہیں</p>	<p>جو دہلی ایسی موردِ آفات ہوگی          یا وہ ہی ہو کہ دن کی دہاں ات ہوگی          یا اب وہ جا محلِ مخافت ہوگی          مشہور تا بسجِ سماوات ہوگی          اب اس طرح وہ وقفِ بلیات ہوگی          لو اب وہ جائے دفنِ اموات ہوگی          کیا واردات خلق پہ یہی بات ہوگی</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

لے بھٹی اسٹیشن

دیکھا بقولِ حضرت سودا تو عیش بس  
 دنیا تمام بزمِ خرابات ہو گئی

## ایضاً

<p>حالِ عالم آہ کیف و کم میں کیا تھا کیا ہوا          جائے عبرت ہو کہوں کیا تم سے اہلِ نظر          فصلِ خور دی و جوانی تو وہ گندری چین سے          جس طرح اوراق کو ہو بجھنے کے ابتری          کیا کہوں میں تفرقہ پر دازیاں اس حین کی          اے دلِ ناداں تو اب اس بات کا شامی نہ ہو</p>	<p>یا اولیٰ لا بصار دیکھو دم میں کیا تھا کیا ہوا          دفنِ دیکھو تو رنگِ عالم میں کیا تھا کیا ہوا          اب ہی پری سو اس تم میں کیا تھا کیا ہوا          ویسی ہی اس رہ عالم میں کیا تھا کیا ہوا          دوستوں میں اختلاط اور ہم میں کیا تھا کیا ہوا          ربطِ باہم دیکھ جام و جہم میں کیا تھا کیا ہوا</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

جز خداوند جہاں حالِ دل اپنا عیش بس  
 کس سے کہیے دوستوں کے غم میں کیا تھا کیا ہوا

## عالم۔ اسد اللہ خاں الملقب بہ مرزا نوشہ والمخاطب نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگل حرم ہلوی

۲۲ رجب ۱۲۲۵ھ کو اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ پانچ برس کی عمر میں یتیم ہوئے ۱۱ برس کی عمر میں انکے سرپرست چچا کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ خاندانی جاگیر سے سات سو روپیہ سالانہ ملے تھے پچاس روپیہ مہوار خاندان تیموریہ کی تاریخ کھنے کے معاوضے میں مع خلعت و خطاب بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے خزانے سے ملے تھے ۱۲۵۷ء میں یہ دونوں سلسلے ختم ہو گئے تو ریاست مہاراجہ میں آئے۔ نواب یوسف علی خاں ناظم مرحوم ان کے شاگرد تھے انھوں نے ۱۲۵۷ء سے سور و پیہ مہوار مقرر کر دیا۔ اور قیام مہاراجہ کی حالت میں سور و پیہ ضیافت کے مقرر کر دیئے مگر مرزا مرحوم دہلی چلے آئے یہاں آکر خاندانی منشن بھی ملنے لگی۔ ۱۸ فروری ۱۲۵۷ء کو دہلی میں انتقال ہوا اور حضرت محبوب الہی کے جوار میں چونسٹھ گھنٹہ کے قریب دفن ہوئے۔ اب ان کا مزار ایک حرم کے اندر جانب غرب ہے قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب ہے۔

بس کہ فعال مایہ بد ہو آج گھر سے بازار میں بکھلتے ہوئے چوک جس کو کہیں وہ قتل ہو شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک کوئی واں سے نہ اسکے یاں تک میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا گاہ جل کر کیا کیے مشکوہ گاہ رو کر کہا کیے باہم	ہر کشور انگلستان کا زہرہ ہوتا ہے آبِ انسان کا گھر بنا ہو نمونہ زنداں کا تشنہ نواں ہے ہر مسلمان کا آدمی واں نہ جاسکے یاں کا دہی روناقِ دل و جاں کا سوزش داغ ہائے پنہاں کا ماجرہ دیدہ ہائے گریاں کا
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

اس طرح کے وصال سے یارِ ب	کیا مٹے دل سے داغِ ہجران کا
ذیل کا قطعہ بھی مرزا صاحب نے انہیں حالات سے متاثر ہو کر لکھا ہے <b>قطعہ</b>	
ایک اہل درد نے سنسان جو دیکھا نفس بالِ پیر دو چار دکھلا کر کہا صیاد نے	یوں کہا آتی نہیں کہیں اب صدائے غنڈلیب یہ نشانی رہ گئی ہے اب بجائے غنڈلیب
<b>فرحت - کنور لیشن پر تارا بھانی دہلوی</b>	
کوئی غمسی میں ہے مبتلا کوئی تنگ حالی سے غم آ رہا ہے جسے دیکھو آہِ زمانہ میں وہ الم سے زلزلہ نوا رہا ہے	کوئی سبکی میں اس ہے کوئی رنج سے تہہ بارہا ہے ہر کوئی قلم سے شکستہ دل کوئی غم سے سینہ فگارہا ہے
یہ اٹھائے لوگوں نے غم پہ غم نہ حساب ہو نہ شمار رہا ہے	
ہوا چرخِ دل میں کچھ غل گیا خاکِ غم چن اہل جو ہیں مقلق سے شکستہ دل تو ہزاروں مجھے زیرِ غل	کوئی دل ہی دل میں کچھ مقلق کوئی روزِ الم میں چن اہل کئے جو غمِ غم یہ متصل کہ زمانہ غم سے ہے متصل
وے سکیوں کی طرف سے تو بھی اس فلک کو غبار رہا ہے	
کیا سرِ بسیرہ اُجڑ جہاں ہوا انقلابِ زمانہ یہاں کیا تو نے کیا اسے آسمان کے سب سے پہ چن کہاں	نہ وہ عیش و عشرت جاودانِ زمین سے نہ وہ آسمان ہو میں کیا بیکیت اُداسیان وہ گلِ جاوڑوہ بوٹا
یہ کہاں سے آگئی اب خزاں نہ وہ باغِ جو نہ بہا رہا ہے	
یہ اٹھائے صدِ رنج و غم کہ ہیں زندگی سے بھی تنگ ہم کیا غدرِ چرخ نے یک قلم ہوا دُردن میں کیا ستم	کیا سولق نے بھی بند دم کوئی اور جیسے ہنر کے دم رہیں کوین اشک سے چشمِ غم ہوا کیسا دہلی میں با غم
انہیں و زاسی کا ہے ایک الم کہ آج گویا یہ دیار رہا ہے	

کہوں کیا میں کثرتِ غم بیاں کہ الم میں ہٹا ہوں بڑا	پڑا ننگہ میں میں نیم جاں کوئی ہم نفس ہے نہ ہنسا
کہوں کس سے کون سے راز دواں میرے غم کی طول دیوتاں	یہ بلا میں غم کی گزریاں کہ زندگی ہو خفیف جاں

بچھے چھوڑ گئی ہر جاں کہاں جاں سانس لینا بھی بار ہے	
----------------------------------------------------	--

نہ تھا اندنوں کا خیال جہ منے سے گئے تھے دیر شب	کوئی دل میں اپنے تھا پڑ گئی خوشی سے تھا خندہ لب
دلے کیجے دل میں غور اب تو جہاں کی طرز کی کچھ عجب	جو خوشی سے بہتے تھے خندہ لب میں غم کے ہاتھوں سے نصیب

اڑے ایک بیکت الم میں لب نہ تو صبر کر نہ قرار ہے	
-------------------------------------------------	--

نہ اُداس غم میں ہو قند نہ قلق سے نالاں ہو ہر سحر	نہ پھرا فغاں سے تو صفت سیر نہ فلک جو روئے نالہ کر
تجھے کچھ خبر بھی ہے بخت بد کا جو سب اندر	کہا مان فرخت نوحد کر نہ الم میں تباہ چشم تر

انہیں غم نہ آیا ہر سر بسر کہ جگر پہ غم سے بخار ہو	
---------------------------------------------------	--

## قریم غلام رسول خاں مرحوم دہلوی

کیا کروں دوستوں تم سے بیاں دہلی	عشق میں قلعہ کے جاتی رہی جان دہلی
کیا ہوا دمٹ گیا گر نقشہ دلی یارو	شہر اب بھی کوئی ہو گا نہ بسان دہلی
لے کیا ہو فلک پیر اُٹھا کر شاہیہ	جو فرشتوں کو ہر گردوں پہ گمان دہلی
نرہا کوئی خدا یا کریں کس کی تعریف	چاندنی چوک دریا نہ جو ان دہلی
چرخ بد ہیں سے خدایا یہ نہیں گے کیونکر	اب یہ باقی جو ہیں دو چار جو ان دہلی

سچ ہو جب ناکت ہوں شاگردِ قمر اہل اودھ	
کیونکہ امید کریں لوگ زبانِ دہلی	



## کامل مرزا باقر علی خاں مرحوم دہلوی

تمام گلشنِ عیش و سرور تھی دہلی	تمام عشرت و فرحتِ طور تھی دہلی
تمام مطلعِ خورشیدِ نور تھی دہلی	تمام غیرتِ صد کویہ طور تھی دہلی
ہر ایک کوچہ یہاں کا تھا اک مکانِ عیش	یہ شہر تھا کہ الہی کوئی جہانِ عیش
ملک صفات تھا یاں ہر ایک فردِ بشر	براہی یاں کا زمانے کے خوب سے بہتر
یہاں کے عام کو تھا فوقِ خاص و نیاز	یہاں کے نام سے بگتا تھا جس بھی نہ ہو کر
یہ فوج باغیہ کیا شہر میں خدا آئی	کہ قہر آیا غضب آیا اک بلا آئی
یہاں کے لوگوں کی کشتی تھی عمرِ عشرت میں	جو روزِ عیش میں گئے رات و شبِ سرت میں
پڑے پڑے ہیں وہی اب تو بچِ حسرت میں	پھنسے ہیں غم میں گئے قارہاں مصیبت میں
وہ شاہزادے کہاں اور وہ بادشاہ کہاں	ابا جو کوئی تو وہ مرتبہ وہ جاہ کہاں
یہ قلعہ شکستہ گلستانِ رضوان تھا	یہ قلعہ خلعہ تھا اس میں ہر ایک غماں تھا
یہ قلعہ تھا کہ خدا یا کوئی پرستان تھا	یہ قلعہ پیکرِ دنیا کے واسطے جاں تھا
نہ رہنے والے رہے اور نہ وہ مکان رہا	نہ فقط دکھانے ہی کے واسطے نشان رہا
ہنسے جو کوئی تو ہاں درو دیں عیاں کیجے	صدائے طاہرِ کرم گشتہ آشیاں کیجے

حیات بخش کا گر ماجرا بیاں کیجے	تو چاہیئے کہ بہت نالہ و فغاں کیجے
یہ وہ جگہ ہے کہ جنت کو جس سے غیر تائے	جو دکھیں عور و ملک بھی تو حسرت آئے
وہ لالہ پر وہ کہ تھا جس سے خشتِ اعیان	خوشی سے خسرو پر ویز ہو جہاں رباں
عوام کو تو وہاں جانے کی مجال کہاں	کہ خاص خاص بھی جاتے تھے سب سجدہ کٹاں
تھکے ہی رہتے تھے جس جائے اک جہان کے سر	قدم بھی اب نہیں دھرتا ہواں کوئی جا کر
یہ چوک وہ ہے کہ میلہ تھا جس جگہ ہر روز	یہیں تو رہتے تھے مہر ملتانِ دل فروز
نظر کو ہوتی تھی کیفیتِ سرورِ اندوز	جدھر کو دیکھتے تھے حتیٰ اک بہارِ کلفت سوز
نشان بھی نہیں اب تو ہجومِ خلقت کا	بنی ہے وہ ہی جگہ بس مقامِ عبرت کا
یہ وہ ہے مسجدِ جامع کہ جس میں اک جہاں	نماز کے لئے آتا تھا دور دور سے و اں
برکات جو اُس میں تھے کیا ہواں کا بیاں	ادب سے کرتے تھے اُس کی نیاں پلِ نیاں
وہ اُس کی رونق بازارِ چار سو مت پوچھ	کہ ہم سے ہو نہیں سکتی ہے گفتگو مت پوچھ
نہ دیندار تھی یہ فوج اور نہ دینداری	سیاہ روؤں کو اتنی تھی بس سیہ کاری
نہ جانتے تھے وہ کچھ بے خبر ستمگاری	حرام خوروں کے ہر دم تھا تھعلِ میخواری
تمام نامہ اعمال کو سیاہ کیا	طلایا خاک میں سب شہر اور تباہ کیا

وہ لوگ سیکڑوں پتے تھے جن کے ساتھ سوار اٹھائیں مہر پہ وہ گھڑی کا کس طرح سے با	کیا پایہ اُنھیں اے سپہرِ نا ہنجار اٹھانا ایک قدم کا بھی جن کو ہو دشوار
تہہ زمین جگہ چاہیے اماں کے لیے دُعائیں مانگتے ہیں مرگِ ناگہاں کے لیے	
نہ چھپے کوئی دم اور نہ ہمتے کوئی آن ٹھکانے ہوش ہی میں نے بنائے میں اسلن	فسرودہ دل ہیں کونے تھے عیش میں گنران ذلیلِ خواہین بھگتے ہیں جا بجا حیران
فلک نے پھینک دیا ہے کہاں کہاں اُن کو بجائے زمرہ ہے نالہ و فغاں اُن کو	
اپنی بھاگ کے یہاں سے کوئی کہاں جاوے کوئی جگہ نہیں جس جا پہ با اماں جاوے	کوئی نظر میں ٹھکانا نہیں جہاں جاوے اگر زمین پھٹے تو وہاں سما جاوے
دکھائی دیتا ہے ہر ایک عدوے جاں اپنا بنا ہے دشمن جانی یہ آسماں اپنا	
کہاں تلک کوئی اس غم کی استاں لکھے کہاں تلک کوئی یہ دردِ خونچکاں لکھے	کہاں تلک کوئی کیفیتِ فغاں لکھے کہاں تلک کوئی بیجا آسماں لکھے
دُعائے کامل نکلیں ہو مستحبابِ خدا بہی ہوئی نہ ہو کوئی جگہ خرابِ خدا	
ایضاً	
مٹ گیا پر نہ مٹا نام و نشانِ دہلی اگلے عیشوں کا کہیں جرخِ عوض لیتا ہو	لب پہ دہلی کی تو نظروں میں ہو شانِ دہلی اب نصیب میں پڑے ہیں جو کسانِ دہلی

<p>مٹھ کو اُبلایا ہوا آتا ہر کیلجہ ہر ہر          جی بہارِ چمنِ دہر پہ کیونکر دھریے          غم دیے رنج دیے اپنی گرہ سے ظالم          اب جو تعریف کئے کوئی تو حسرتِ کہوں          ضبطِ گرہ یہ تو یہ دلی نے کیا ہر گویا</p>	<p>ہمنشیں کہونکہ بھلا کیجے بیانِ دہلی          کہ نظر آتی ہر افسوس خزانِ دہلی          چرخ کیا تو نے لیا کر کے زبانِ دہلی          تو نے پہلے بھی دیکھی تھی شانِ دہلی          نہیں اپنی گئی یہ نہرِ روانِ دہلی</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

خانہ کعبہ کو اب حضرتِ کاملِ پہلے  
 رہنے کا اب نہ ہا لطفِ میانِ دہلی

### ابینا

<p>مٹ گئے ہائے مکیں اور مکانِ دہلی          سہمے سہمے نہ ہیں کیونکہ میقمانِ فلک          ہمتو انسان ہیں جی کیونکہ ہے بن روئے          جیسے فارس میں خلاصہ ہو زبانِ شیراز          اس کی دیرانی میں ایک بات یہ دیکھی ہم نے          جسہ چرخ نہ انجم سے بنے آبلہ دار          بسکہ ہنگامہ طلب تھا یہ مکانِ پہلو سے          جو مکیں رہ گئے بے گور و کفنِ مرمر</p>	<p>نرہ نام کو بھی نام و نشانِ دہلی          کہ فلک ہو ہفت تیرِ فغانِ دہلی          کہ فرشتے بھی ہوئے مریہ خوانِ دہلی          ویسی ہی ہند میں ہو پاک زبانِ دہلی          مٹ گئے پر بھی تو باقی ہی آنِ دہلی          گر نہ ہو درپے بربادی شانِ دہلی          فتنہ حشر بھی ہو وے گا میانِ دہلی          ڈھانپنے پردہ کرے ان پہ مکانِ دہلی</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

غالب و سالکِ ناقب ہی نہیں ہیں غمگین  
 کو کب خستہ بھی کرتا ہے فغانِ دہلی

## لیطف میر لطف علی مرحوم لکھنوی دار دہلی

<p>خاک باقی نہ رہا نام و نشان دہلی مسکنِ فاختہ ہی اب وہ مکان دہلی جیسے گلگشت میں تھے سروِ روانِ دہلی جو غریبوں کو دیا کرتے تھے خوانِ دہلی ملک الموت اڑا لے گئے جانِ دہلی وجد کرتے تھے جو ہوتا تھا بیانِ دہلی جس سے گردوں پہ گئی آفتِ فغانِ دہلی مثلِ خورشید وہ روشن ہیں میانِ دہلی ور نہ ہیں بے حس و حرکات گسانِ دہلی پھرتے ہیں سب متر و دپے نالِ دہلی</p>	<p>حیف ہو اٹھ گئے کیا پیروِ جوانِ دہلی چھ بلبلوں کے رہتے تھے دنِ اچھاں ہر روشن پر ہیں خراماں بلبلی طرح سے غیر اب تو ایک ایک پہ گزر جاتے ہیں گھر میں دن رہ گیا قالیسے نور فقط آنکھوں میں سُن کے ہر طرز کو اطراف و جوانبِ اے اس قدر گرہ و زاری میں ہیں اب پس ماندہ جلوہ گرہ گئے ہیں چند یہاں صاحبِ دل نور سے قدرت باری کے صنایع کو جو اہل حرفہ کے سوا چین کسی کو بھی نہیں</p>
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

اٹھ گیا لطفِ محبت نہ رہا دل کو قرار  
کون ہے جس کو نہ پہونچا ہو تنکانِ دہلی

## بیتن حافظ غلام یسنگیر صاحبِ حوم دہلی

<p>پسند خاطر ہر خاص و عام تھی دہلی تمام ملک میں بس نیکنام تھی دہلی طلسمِ دل کش و جنتِ مقام تھی دہلی گلِ خوشی سے معطر تمام تھی دہلی</p>	<p>اجارہ ایسا جن جس کے غم سے دل ہر غوں</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------

	مٹے خزاں کی ہوا خاک میں لے کر دوں	
تباہ ہو گئی کیسی شتاب ہو دہلی ہزار حیف کہ وقفِ عتاب ہو دہلی	بلا بلا پہ ہر نازلِ خراب ہو دہلی ستم ہو مور و ظلم و عتاب ہو دہلی	
	ہوا جو دیدہ غور غم سے سُرخ کیا ہو عجب کہ تارِ اشک ہو تارِ شمع مہر میں اب	
گلِ کمال سے پُر یہ کمال تھی دہلی غبارِ غم سے صفامہ جال تھی دہلی	مثالِ خلدِ بریں بے مثال تھی دہلی سپہِ راجِ غسبلی مال تھی دہلی	
	چمن طراز یہ دہلی فلک کو خار ہوئی نیازِ برقِ فنا نہ رہتِ بہار ہوئی	
یہ شہر وہ تھا نہ تھا سنج تھی عجبِ حجت یہ شہر وہ تھا کہ کہتے تھے گلشنِ عشرت	یہ شہر وہ تھا غمِ خوشی کی تھی کثرت یہ شہر وہ تھا کہ کہتے تھے گلشنِ عشرت	
	ملی وہ خاک میں صورت کہ رو رہا دل ہو مٹی وہ شکل کہ ہر خشتِ فردِ باطل ہو	
یہ شہر وہ تھا کہ جہنم تھا اس کا خطاب یہ شہر وہ تھا کہ گویا تھا اس کا خطاب	یہ شہر وہ تھا کہ جہنم تھا اس کا خطاب یہ شہر وہ تھا کہ گویا تھا اس کا خطاب	
	کیا حوادثِ دُورِ اس کو بھی پا مال یہ صادقِ آئی مثل ہر کمال کو ہو زوال	
یہی تھا حسنِ کدہ شہر اب ہو صرفِ خزاں یہی تھا حورِ ستاں شہر اب ہو خوشستاں	یہی تھا رشکِ حیاں شہر اب ہو غارِ ستاں یہی تھا عیشِ وطن شہر اب ہو جو ویراں	

	یہ شہر خلد تھا ویرانیوں کا اب گھر ہے جسے بہار ہے اُس کو خزاں مقرر ہے	
یہ وہ جگہ تھی یہاں سے قدم نہ اٹھتا تھا یہ وہ جگہ تھی کہ غم تھا نہ کوئی بھی اس جا	یہ وہ جگہ تھی مسافروں کا وطن تھا نام اس کا یہ وہ جگہ تھی کہ ہر درد کی بہم تھی دوا	
	ہوا کچھ ایسی چلی خاک میں ملا یہ شہر خرابہ و الم آباد بن گیا یہ شہر	
یہاں کی شب تھی شبِ قدرِ راہِ نور افشاں یہاں کی صبح تھی ہم نورِ عارضِ خواہاں	یہاں کا روز تھا ہر روزِ فریدِ جہاں یہاں کی شام تھی چوں نہ لبِ عنبرِ پتاں	
	یہ دہلی وہ تھی کہ جس سے جہاں روشن تھا یہ شہر وہ تھا کہ نام اس کا نورِ مخزن تھا	
یہاں کی شب تھی شبِ سیاحت تھی روزِ زورِ اِباد یہاں کی ہر گھڑی پُر عیش تھی طربِ آباد	ہر ایک شام یہاں کی تھی خاتمِ مشکِ ایجاد یہاں کی آن تھی آنِ سکینہِ نوتاد	
	خدا ہی جانے اسے بد دعا لگی کس کی کھلا مٹھنی پہ لبِ حرفِ غم مٹی یہ مٹھنی	
نہ جسمِ خانہ میں آئی دوا تے بچھے نظر بہشتِ خانہ تھا ہر خانہ صفا پرور	عمارِ توں سے بنا تھا طلسمِ خانہ گھر ہر ایک خشت تھی آئینہ اور لعلِ عنبر	
	فلک نے ڈھا یا ستمِ شہر یہ خراب ہوا عذاب کا بھی فرشتہ یہاں پر آب ہوا	
یہ تھا وہ ملک تھی اس سے جملہ شے حاصل	یہاں کے لوگ تھے علم و ہنر میں سب کمال	

حکیم و شاعر و عالم ہندس و عاقل	سبھی تھے جمع یہ تھا شہر وید کے قابل
ہزار حیف کہ بن بن کے بگڑیں تصویریں	میں گناہوں کی محشر سے پہلے تغیریں
ہوا زین کے ماتم میں چرخ نیلی پوش	ہر ایک کو چہ بھی یہاں کا تھا جگہ خاموش
کہاں وہ بزم نشاط اور کہاں غشی وہ جوش	ہر ایک دل سے جو دم قن ہی ہم آغوش
یہ فرط جنبش مرگاہ سے حال روشن ہو	خوشی کا مرد ماب چشم کرتی سنیوں ہو
نجل تھا جن سے ہر ایک گل وہ ایسے خار ہوئے	مثال بزمہ بیگانہ ہائے غوار ہوئے
بسان ابر گہر بارہ اشکبار ہوئے	قرار دل کا گیا غم سے بے قرار ہوئے
وہ کم ہو ذرہ سے جو شکل آفتاب سی تھی	وہ غرق خوں کف نازک ہو جو گلاب سی تھی
یہ وہ جگہ ہو کہ جس پر برستی ہو حسرت	یہ وہ جگہ ہو کہ حیراں ہو دیدہ حیرت
یہ وہ جگہ ہو کہ لاتی ہو کثرت عبرت	یہ وہ جگہ ہو جسے کہیے محشر آفت
یہ وہ جگہ ہو فرشتوں کی جان ڈورتی ہو	یہ وہ جگہ ہو کہ دم مرگ جس کا بھرتی ہو
ہر ایک ہو یہ غارت گری سے ویرانہ	کہ مثل دیدہ گریاں ہو ہر در خانہ
رُلا رہا ہو فرشتوں کو بھی یہ افسانہ	نہ وہ ہیں گھرنہ وہ مغل نہ شمع و پروانہ
بنا ہو گنج شہیداں بسان خرمین گل	فرشتے نعشوں پہ اٹالہ کش ہیں جوں مبل



جو ہائے پھولوں کے گنٹھے کو کہتے تھے بھاری	انھیں نصیب ہوا طوق کرتے ہیں ناری
یہ اُن کی ناز کی اور حریف قید کی خواری	دھوں پہ اُن بنی جان سے ہر بیزاری
وہ روکے کہتے ہیں نہاں سے کیونکہ ہوں باہر	کہ ہم کو روکے ہو زنجیر پاؤں پڑ پڑ کر
فلک نے چھین لیا ہائے جان کا آرام	سحر ہو شعلہ فشاں سپکیر بلا ہوشام
وہ فتنہ زار ہو زرخش نہیں ہو کوئی مقام	خوشی کی کیا ہو خوشی غم سے جو کہ ہونا کام
اُداس بھرتے ہیں کوئی خوشی نہیں بھاتی	یہ دل پہ غم ہو کہ لب پر ہنسی نہیں آتی
قیامت آئی قیامت کس لئے پہلے	دکھائے کس لئے قسمت نے حادثے ایسے
جو غم نہ ہونے کو جی چاہے آنکھ سے دیکھے	کہاں تلک لگی رُوئے کہاں تلک پیٹے
ابیں پد ہو تڑپتا کہیں پسر بیتاب	غضب ہے تفرقہ پر داز چرخ خانہ خراب
جو انتخاب جہاں میں تھے ناز نہیں دلبر	فلک سے کہتے ہیں کھلا کے اپنے دیدہ تر
ستم یہ کیسا ہو یہاں نیند آئے اب کیونکہ	یہ سنگ خارہ کا نگہ یہ خاک کا بستر
الہی خاک میں مل جائے گردِ شایام	گھڑی گھڑی ہو قیامت کی دشمن آرام
جویا دے شہستانِ عیش کی لذت	نہ ہو نصیبِ دل و جاں کبھی گلِ راحت
نہیں ہو رونے سے دہلیزِ ذرا فرصت	نیکمے اشک ہیں ہر دم بستی ہو حسرت
وہ طرزِ گریہ کہ روتا ہو جس پہ ابر بہار	

	وہ اضطراب کہ تڑپے، ہر برق سو سو بار	
گھر ایسے لٹ کے ہوئے ہیں کیا میں کہوں کہ جیسے خشک ہیں بے شک دیدہ پُر غوں لبوں پہ آتے ہیں بنا لہ دل محروں	نہ زرنہ سیم نہ پوشاک نہ درِ مکنوں جو درِ فشاں تھے کھن دست ہیں خف آئیں گہر جو دیتے تھے کوڑی بھی اُن کے پاس نہیں	
وہ لوگ جن کے دروں پر سچو م خلقت تھا وہ در بدر ہوئے ایسے تباہ اور رسوا اور اُن کے نام سے زندہ تھا نام حاتم کا کہیں میں پہ اُن کو ملی نہ امن کی جا	فلک کو دیدہ حسرت سے بھوک میں دیکھا ہلال چرخ کو سمجھے وہ نان کا ٹکڑا جو لوگ جیتے تھے زران کے ہائے پھیلے بات دموں پہ اُن بنی اُن کے اور بگڑی بات	
ہزاروں جن کے تھے نوکرا کیلے پھرتے ہیں وہ روکے اُٹھتے ہیں ناطقتی سے گرتے ہیں	وہ از دحام غم و یاس و حسرت پیہم دکھار ہا ہو فلک وقتِ صبحِ روئے ستم نصیب کنجِ مصیبت میں آہ و زاری ہو ہزار طرح کی آفت، ہر بے قراری ہو	
خدا کی شان جو رکھتے تھے پورا نصیب نہ فرق نوکرواقا میں اب ہو تو نصیب	بنا یا طالع بد نے ہو اُن کو ایسا غریب چھپانے بچتے ہیں مخ وہ بنے ہیں شکلِ عیب	

	پھر آتی کو چہ رُسوائی میں ہر اب تقدیر ہر ایک در پہ ہیں درِ یوزہ گر امیر و کبیر	
جو ہاتھ پُر تھے نزاکت وہ فکار ہوئے جو لوگ عیش پہ نازاں تھے استکبار ہوئے	جو پاؤں خوگر گل تھے نثارِ خار ہوئے جو دل کہ موجبِ راحت تھے بے قرار ہوئے	
	بنی کچھ ایسی دموں پر کہ آہ بھرتے ہیں اجل کے نام سے ڈرتے تھے جو وہ مرتے ہیں	
دوشالہ پوش تھے جو بے کفن میں گئے بجا ہر آیسوں چٹم فلک بھی گروے	جو قصر کھتے تھے بے گورِ خاک میں ملے یہ وہ ہر غم کہ گریبانِ جامہ بڑھ کرے	
	نشانِ گورِ میسر نہ خاک پر ہو چراغ چراغِ گور کے بدلے ہو دل کا روشن داغ	
نہ آب و دانہ اسیرانِ غم کو ملتا ہو بجائے آبِ ملے لاشِ رونے کی جا ہو	الہی یہ نفسِ چرخ رنج افزا ہو غذا ہو غم کی شبِ روزِ حالِ ایسا ہو	
	نہ شیرِ خواروں کو ملتا ہو شیرِ وائے غضب زبانِ پھیرتے معصوم ہیں لبوں پر اب	
نہ دیکھا تھا جو ستم وہ فلک سے اب دیکھا پدر کے سامنے بیٹے کو قتل ہائے کیا	یہ وہ ہی حادثہ جس سے جگر بھی ٹکڑے ہوا غم آئے یاد نہ کیوں نہ جنابِ اصغر کا	
	یہ کہ بلا کا نمونہ دکھاتی ہو دھلی پدر کو نقشِ پسر پر رُلانی ہو دھلی	
اگر ہو دفترِ محشر تو ہوٹے صرف بیاں	میں زبانِ قلم کو ہر اتنی تاب کہاں	

بنا ہی چشمہ غم ہائے دیدہ گریاں	جگر ہو ٹکڑے بیہ واقعہ ہوا عیاں
نصیبِ ہلی کے چمکیں الہی ہو آباد	ہر ایک کو چہ ہو رشکِ صبا یغ بہزاد
ایضاً	
دل غنی رکھا سخاوت پہ نہ زروالوں نے	شکرِ نعمت کیا تم سے بد قابلوں نے
گھر سے بے گھر جو کیا ہو تو ابھیں حالوں نے	پھینکا صحرائے پُرافت میں بھیر چالوں نے
ظلم گوروں نے کیا اور نہ ستم کالوں نے	ہم کو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے
ہائے کیا کیا نہ زمانے کے کیئے مکروہات	ناج اور رنگ میں دنِ سلت گزاسی افات
عشق میں مجھ رہے بھول گئے صوم و صلوات	زر کی اُلفت میں ادا ہی کیئے حج و زکوات
ظلم گوروں نے کیا اور نہ ستم کالوں نے	ہم کو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے
گم ہوئے دام و درم غم کی خریداری	جا بجا دامِ مصیبت کی گرفتاری
ظلم جو کرے یہ اُس کی گنگاری	اب یکپوں جوشِ شکایت کی آزاری
ظلم گوروں نے کیا اور نہ ستم کالوں نے	ہم کو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے
مے کے بدلے ہمیں خوانہٴ دل آہ ملا	دل کباب آتشِ عصیان سے قیامت ہوئی
عینِ محرم کا ماتم دل گریاں نے کیا	دنِ بُرے آئے نتیجہ ہو بُرائی کا بُرا

	ظلم گوروں نے کیا اور نہ ستم کالوں نے ہم کو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے	
مجمع وعظ سے تھا ہائے گریزاں یہ دل انتقامِ عمل بد سے رہے ہم غافل	تھی حسینوں کے فسانے طبیعتِ نائل خاکِ حینِ خلعت ہیں بلائیں نائل	
	ظلم گوروں نے کیا اور نہ ستم کالوں نے ہم کو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے	
وائے ناکامی قسمت رہی غفلتِ ہر دم مہینیاں جہاں سے رہی صحبتِ ہر دم	نیک کاموں سے رہی بکایتِ ہر دم تھی شبستانِ خرابات سے اُلفتِ ہر دم	
	ظلم گوروں نے کیا اور نہ ستم کالوں نے ہم کو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے	
بے سبب کہے کو دیتی ہے یہ گردشِ تقدیر کیا زباں میں ہوا اثر اور دعائیں تاثیر	ہیں مزا اور بجایا دی ہر ایکِ تقصیر یعنی ہر جرمِ گزشتہ کی عیاں ہے تعزیر	
	ظلم گوروں نے کیا اور نہ ستم کالوں نے ہم کو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے	
کچھ تنہائی میں گئے نہیں غمخواریِ غم ساغرِ مے کے عوض لب پہ ہے تو بہِ ہر دم	چشمہ اشکِ امت میں بنے دیدہٴ غم عیشِ جتنے تھے کیے اُتے ہوئے رنجِ دالم	
	ظلم گوروں نے کیا اور نہ ستم کالوں نے ہم کو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے	
عرض یارب یہ بتیں کی ہے کبابِ بخشش کر	رحمِ جزیرے کرے کون گنہگاروں پر	

سوئے عصیاں منگر بر کرم خویش نگر	پرٹھکے اس مطلع پُر درد کو تو تھے ہیں بشر
ظلم گوروں نے کیا اور نہ ستم کالوں نے	ہم کو برباد کیا اپنے ہی اعمالوں نے

### ایضاً

یہ نئی ہو گردشِ چرخِ کہن	دشمن جاں ہو جھائے دشمن
وہ بلا آئی گئی ہو دل پہن	اب نہیں ہو جائے جائے دم زدن
یا برہنہ گھر سے نکلے مرد و زن	لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن
پہلے محشر سے قیامت آگئی	حشر کی سر پر مصیبت آگئی
لب پہ گردوں کی شکایت آگئی	جان پُر افسوں پر آفت آگئی
یا برہنہ گھر سے نکلے مرد و زن	لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن
لٹ گیا اسبابِ چھوڑا سب گھر	اب ہو صحرائے مصیبت کا سفر
حال بد پر اسے ہر دم ہو نظر	اس مصیبت کی نہ تھی اصلاً خبر
یا برہنہ گھر سے نکلے مرد و زن	لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن
منطسی کی ہر طرف آب ہو پکار	مال کو روٹے ہیں اپنے مالدار
غم ہو کھانے کے لئے یل و نہار	آب کی جا اشک دے ہو چشمِ نثار

	<p>یا برہنہ گھر سے نکلے مرد و زن لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن</p>	
<p>پاؤں میں جوتے نہ سر پہی کلاہ ہر فلک کے ظلم پر سب کی نگاہ</p>	<p>تن ہر عریاں ساری خلقت ہر تباہ خستہ دل اس سے ہیں اد خواہ</p>	
	<p>یا برہنہ گھر سے نکلے مرد و زن لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن</p>	
<p>ہر قیامت کا نمونہ دیکھ لو بھائی کی بھائی کو کب ہر جستجو</p>	<p>کچھ نہ بیٹے کی خبر ہر باپ کو باغ عالم میں نہیں الفت کی بو</p>	
	<p>یا برہنہ گھر سے نکلے مرد و زن لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن</p>	
<p>فرش گل کی جا ہر بستر خار کا صدمہ ہر اندوہ کے آزار کا</p>	<p>رنگ فق ہر جگر افکار کا دل مسرودہ حال ہر بیمار کا</p>	
	<p>یا برہنہ گھر سے نکلے مرد و زن لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن</p>	
<p>خواہ بھائے عیش کو کیا ہو گیا کیا کیا تو نے یہ چرخ پر بھٹا</p>	<p>یہ ہی افسانہ ہو کیا تھا کیا ہوا یہ ستم تھا اے ستم گر کب دا</p>	
	<p>یا برہنہ گھر سے نکلے مرد و زن لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن</p>	
<p>آد برب چشم پر مخم زرد رو</p>	<p>ہر پریشانی قیامت موبہ نو</p>	

ہائے ہائے کی صدا ہے چار سو	خاک میں سب کی ملی ہو آبرو
پا برہنہ گھر سے بھلے مرد و زن	لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن
شہر تھا یہ ثانی حلدِ بریں	اس چمن کے گل ہوئے مہرِ انیش
ہو گئی ویران دہلی کی زیں	اس ستم پر دل ہو روتا ہوا نہیں
پا برہنہ گھر سے بھلے مرد و زن	لوگ دہلی کے ہیں سارے نعرہ زن

## ایضاً

ہوئے دفن جو کہ ہیں بے کفن اُنھیں روتا ہوا بہا رہا  
 کہ فرشتے پڑھتے ہیں فاتحہ نہ نشان ہو نہ مزار ہو  
 نہ تھا شہرِ حلد سے بھی یہ کم بھی جا خوشی تھی نہ تھا الم  
 چلی ایسی بادِ سموم و غم نہ وہ رنگ ہو نہ بہا رہا  
 کہو کیونکہ اپنی ہونڈگی کوئی جائے امن نہیں رہا  
 کہیں تیغ تیرے کھینچی ہوئی کہیں پانی ہے کہیں اڑا رہا  
 پھرے دشت بدشت تباہ سب بڑے دن کھائے فلک نے اب  
 نہیں تھمتے اشک ہیں روز و شب یہی شغل ہے یہی کار ہے  
 نہ وہ لوگ ہیں وہ نجن جسے دیکھو غم میں ہے نعرہ زن  
 نہ وہ سیرِ باغ نہ وہ چمن جہاں گل تھے کثرتِ خار ہے



جود و شالہ پوش تھے مثلِ گل جو لبوں پہ رکھتے تھے چائل  
 بنے دشتِ غم کے ہیں خارِ گل نہ قباہِ تن پہ نہ تار  
 ہوئی تنگِ اُمتِ مصطفیٰ نہیں اُٹھتا اُصدِ مہِ عذاب کا  
 کہیں رحمِ جلد ہو یا خدا بُرے وقت کا تو ہی یار ہے

اُسی وہ غزل ہے پڑی ملیں جسے سن کے روتے ہیں مہِ حبیب  
 وہ ہے کون جس کو کہ غم نہیں بیاں سب کا سینہ فگار ہے

### مجرور میر مہدی مرحوم دہلوی

مرزا غالب کے عمارِ درِ شہید تھے ۳۲ سالہ مطابقت ۱۸۵۷ء میں انتقال ہوا ان کے اہل  
 کا نام میر حسین فگار تھا اپنے والد کے تخلص کی رعایت کو ملحوظ رکھ کر اپنا تخلص مجروح رکھا تھا۔

یہ کہاں جلوہ جاں بخش بتاں دہلی ان کا بے وجہ نہیں کوٹ کے ہونا برباد جس کے جھونکوں سے ہوا جلدِ عطاری سمجھے ہیں سوئے ادبِ جنتِ ثانی کہنا یہ ستم دیکھ چکے تھے کہ رہے آسودہ اس لیے غلہ میں جانے کا ہر اک طالب ہے	کیونکہ جنت پہ کیا جائے گمانِ دہلی ڈھونڈھیں ہیں اپنے مینوں کو مکانِ دہلی ہے وہ بادِ سحرِ عطرِ فشانِ دہلی وہ کچھ اشخاص جو ہیں مرثیہ خوانِ دہلی فتنہ حشر میں آفتِ زوگانِ دہلی کہ کچھ ایک دور سے پڑتا ہے گمانِ دہلی
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

ضربتِ رشتہ بیدارِ ستم سے مجروح  
 صرف بیدار ہوئے منتخبانِ دہلی

## محسن حکیم محمد محسن خاں مرحوم دہلوی

دیار ہند میں یہ تخت گاہ تھی دہلی	نثر یا جاہ فلک بار گاہ تھی دہلی
تمام شہروں کی پشت پناہ تھی دہلی	گناہگار ہوئی بے گناہ تھی دہلی
یہ انقلاب زمانہ سے ہو گئی برباد	اُکھڑے پھک گئی اب اس کی بیچ اور نیاد
یہ شہر وہ ہو کہ تھا افتخارِ ہفت اقلیم	محلِ پایہ اور نگ خسرو ان قدیم
شلوہ و فستق میں شکستِ عظیم	خفا و حسن میں غیرتِ فزائیغِ نعیم
خدا ہی جانے کہ اس پر گئی ہو کس کی نظر	ہر ایک قصہ و قریہ سے ہو گیا کمتر
اسی کو کہتے تھے سب شکِ خطِ کشمیر	اسی کو کہتا تھا عالم مرقعِ تصویر
نقشا جہان میں اس کا کوئی عیال و نظیر	مہوسوں کے لیے جس کی خاک تھی کبیر
کوئی تو ایسا ہی سرزد ہوا جس سے قصوہ	مثالِ بختِ سیہ ہو گیا جو یہ بے نور
اسی سے ہو گئی اقلیمِ ہند کو زینت	اسی سے پائی ہر ایک اہل ہند عزت
اسی کو دیتے تھے سب باغِ خلد سے نسبت	اسی کی ہو ہی سارے جہان میں شہرت
جہاں میں ہو گیا یہ شہر اس قدر بدنام	یہاں سے چھوڑ کے جاتے ہیں لوگ اپنے مقام
وہ لعلِ قلعہ جسے کوہِ طو کہتے تھے	خفا کو جس کی فضائے قصوہ کہتے تھے

وہ ناتہ نین جھینس شکِ حور کہتے تھے	وہ شاہزائے جھینس سب حضور کہتے تھے
ہا نہ کوئی حسیں اور نہ کوئی وارثِ تخت	مٹانے تخت کو ۱ یا تھا تختِ خاں کم تخت
وہ لال پردہ کہ بس پردہ پوشِ عالم تھا	وہ گویا پردہ پردہ پر نورِ چشمِ آدم تھا
وہ مجرا گاہِ سلاطین و حاکم و جم تھا	وہ سجدہ گاہِ نر میاں و نزالِ رستم تھا
تمام کھودتے پھرتے ہیں اس جگہ مزدور	ظہور اُس کا ہوا جو خدا کو ہٹا منظور
وہ تو محلہ کہ تھا رشکِ کوچہ و بازار	طواف کرتی تھی ہر صبح جس کا بادِ بہار
ہر ایک مکاں تھا مصفا بصورتِ گلزار	بنا تھا کوچہ ہر اک اُس کا مصر کا بازار
اب اُس محلہ کا باقی رہا نہ نام و نشان	نظر وہ قلعہ میں آتا ہی مثلِ گورستان
وہ جنگلی ڈیوڑھی جو تھی رشکِ ادبی مین	کہ شمعِ طور تھی ہر ایک ہاں کی شمعِ گن
مہکتے ہی تھی وہ پھولوں سے صورتِ گلشن	سجی ہوئی تھی حسینوں سے مثلِ معینِ چمن
وہ دشتِ قیس کے مانند ہو گئی ویران	جس کی آتی ہی آواز اُس جگہ ہر آن
ہوئی وہ ڈیوڑھی کی بنیاد اس طرح برباد	کہ گویا پھینک دی اُس کی اکھیر کرنیاد
نشان بھی نہ رہا اُس کا اب کسی کو یاد	ہر ایک دیکھ کے بس اُس کو کرتا ہر فریاد
الہی کیا ہوئے اب یاں کے وہ مکانِ ملکین	فلک اُٹھا کے کہاں لے گیا جو یوں کی زمیں

وہ لال جوڑے پہن کر کوئی نگہبانی تھی	وہ بانگین سے اٹھا پانچوں کو چلتی تھی
وہ ہاتھ پاؤں میں ہندی کو اپنے ملتی تھی	وہ بات بات میں انداز سے چلتی تھی
ہوئے ہیں سرخ و ترودیں اب تو وہ مجبوس	بجائے ہندی کے ملتے ہیں وہ کف افسوس
دکھائے اُن کو تبسم سے وہ لبِ اعجاز	اُسناتے اُن کو وہ شوخی سے ناز کی آواز
چل چل کے دکھانا وہ اُن کا عشوہ ناز	نئی ادا سے دکھانا وہ چال کا انداز
یہ اُن کا ہو گیا ہر اب تباہی سے احوال	کہ ساری بھول گئے اپنی وہ ادا کی چال
کسی کے جبرِ معنبر میں فقریٰ موباب	کسی کا چہرہ پر نورِ عقلِ آئینہ صاف
کروں میں محرم و کفریٰ کے اُن کی کیا اوصاف	قلم کی طرح سے ہوتا ہر غم سے سبزِ شگاف
نصیب اُن کو شبِ روزاب ہر سینہ زنی	لے ہر کھانے کو میرے کی بھی نہ اُن کو کمینی
وہ لوگ بسترِ سنجاب پر جو سوتے تھے	سحرِ گلاب سے جو منہ کو اپنے دھوتے تھے
تمام عمر کو لب و لب میں کھوتے تھے	وہ بال بال میں موتی سدا پرتے تھے
اب اُن کا حال تباہی سے ایسا بتر ہوا	جھوٹا خاک ہوا درختِ بالش سر ہوا
جو کٹھے پھولوں کے پھرتے تھے پہلے گردن میں	اگر تے پھرتے تھے مانند سرو گلشن میں
سرِ اپا محو تماشا تھے اپنے جو بن میں	خوشی سے پھولے سماتے نہ جامہ تن میں
ہوئے وہ اندولوں نانِ شمینہ کو محتاج	

	اگر چہ شیر تھتے پر ہو گئے وہ رو بہ مزاج
سحر نے اپنا گریباں کیا ہر غم سے چاک ہے ہر ترنگس بیمار بھی رانگناک	اڑتی پھرتی ہر سر پر صبا جن میں خاک پہن کے بیٹھی ہر سوسن بھی اتنی پوشاک
	بہار گلشن دہلی پہ آگئی ہر خزاں رہا نہ صفحہ ہستی پہ ان کا نام و نشان
ہر اک مکاں تھا یہاں شک و غمخیزوں ہر اک کو چہ میں موجود عیش کا سماں	ہر اک جواں تھا یہاں شک و غمخیزوں ہر اک مکاں میں ہتی تھی نخلِ خواہاں
	بجائے بلبل و طاؤس بولتے ہیں کلاغ ہر اک مکاں میں ہر موجود تشباہ زلغ
ہر ایک کمرہ تھا روشن بسانِ برجِ حمل یہ ہو ہی در و دیوار ان کے پر صیقل	مثالِ کارخِ مصور بجا ہوا بمثل نظر وہ آتی تھی جو چیز تھی اُدھر جھل
	نہ وہ حسین ہے اور نہ وہ مکان و مین سڑک کے واسطے دتی میں رہ گئی ہر زمیں
ہر اک حکیم یہاں تھا ارسطو سے ثانی ہر اک حسین یہاں رنگ ماہِ کنعانی	ہر اک امیر کو تھا دعویٰ سلیمانی ہر اک فقیر کو حاصل تھا علمِ عرفانی
	بسانِ نقشِ قدم ہو گیا ہر اک پامال دیارِ ہند سے سب اٹھ گئے ہیں اہلِ کمال
دہ لے رہتی تھیں دلی میں نمایاں جو حیس نخلِ تھا عارضِ روشن سے جن کے کمرہ میں	کوئی تھی عورتاں کوئی تھی نہ ہر جس سرود و قص سے پامال ان کے اہل نہیں

	یہ انقلابِ فلک سے وہ ہو گئیں ناچار جہاں میں پھرتی ہیں آوارہ مثل گرد و غبار	
کہ جسے چار چمن ہوں بسطہ گلزار خجل تھا جس سے خطا عارضانِ گل خسار	بنے ہوئے تھے وہ چوڑے چوک میں بازار ہر ایک دیدہ آئینہ روشن و ہموار	
	ہر اک دکان میں بیٹھا ہوا ہر فریادی ٹپاک رہی درو دیوار سے ہر بربادی	
اور اُس میں عوض تھا اک گلِ چشمہ کوثر صفائے چادر ہتھاب کا تھا وہ ہمسر	بجائے آب وہ لبریز نور سے یکسر ضیاء میں چشمہ خورشید سے بھی روشن تر	
	سرا پا بھرو یا ہر اُس میں خیمِ خاشاک اٹا ہوا وہ پڑا ہوا مثلِ تو دہِ خاک	
زمین میں چھپ گیا مجھ سے چشمہ جیواں لبوں کو چاٹتے تھے پانی پی کے حور و شاں	یہ نہر و نونوں طرف خوشنماقی اس کی صفائے آب سے شرمندہ اس کے تھانیاں	
	ہوئی ہو فرطِ کدورت اب وہ خاک آلود تمام خاک میں بس مل گئی ہو اس کی نمود	
حباب اس کے نمایاں بشکلِ قبہ نور بوقتِ سیر وہ تھی خاصِ عام کی منظور	وہ موجیں اس کی لطافت میں مثلِ کمال حور جراغ اس کے فوزاں وہ مثلِ شعلہ طود	
	یہ کا وکا و زمانہ سے ہو گئی ہو خراب کہ جسے ماہی تر پتی ہو خاک پر بے آب	
شکستہ چار طرف گویا تختہ گلزار	یہ گرد و قلموں اس کے کثرتِ اشجار	

نثار ہوتی تھی ہر صبح اُس پہ بادِ بہار	بہجوں غلٹ سے رونق فرا وہ لیل و نہار
خزاں سیدہ نظر آتا تھا ہر ایک شجر	ہر ایک برگ بنا اُس کا صورتِ محشر
سُنا تے پھرتے تھے سقے کنوروں کی جھنکار	وہ جل فروشوں کے پھولوں کے ٹوکروں کی بہار
وہ سودا بیچتے تھے لوگ اس پکار پکار	وہ پھر ناخانچہ والوں کا دہاں قطار قطار
رکھا تھا دہلی کا لوگوں نے نامِ عشق آباد	بسانِ خانہ عاشق وہ ہو گئی برباد
جونافِ شہر میں واقع تھی مسجد جامع	وہ حسن و وسعتِ رفعت میں گویا تھی جامع
بسانِ برج محل اُس کے برج تھے لاج	موزنوں کے فرشتے وہاں کے تھے سامع
کیوں کہ ہووے جہاں میں وہ واجبِ التعظیم	بنی ہوئی ہی سراسر وہ شکلِ عرشِ عظیم
تھے اُس کے چار سو چوہرے خوشنما بازار	محل تھا جن سے خطِ عارضانِ گل خسار
برنگِ بزم وہ آراستہ تھے لیل و نہار	سہ پہر کبھی وہ گدڑی کی سیڑھیوں پہ بہار
فلک نے کر دیا ہر سمت اُس کے ویرانہ	بنا ہی ایک طرف اُس کے اب شفا خانہ
نمازی دیکھ کے ہر صبح اُس کو روتے ہیں	مردم چہروں کو اشکوں سے اپنے دھوئے ہیں
اسی کے بچ و تاسف میں جان کھوتے ہیں	نہ دن کو کھاتے ہیں نہ رات کو وہ سوتے ہیں
وہ بانی ہو گئے ہیں سائے اندنوں باہم	کسی کو رکھنے نہیں دیتے اُس جگہ پہ قدم

یہ شہر وہ ہے کہ تھے اس میں غلہ کے ساماں	ہر ایک شخص یہاں تھا بجائے خود رضواں
ہر ایک طفل یہاں کا تھا ثانی غلماں	دبیرِ چرخ کا ہمسر تھا یاں ہر ایک عباں
رہا نہ کوئی جواں اور نہ کوئی پیرِ امیر	برائے مخبری کے رہ گئے ہیں چند شہرِ پیر
اکڑ کے پھرنا جواؤں کا وہ سربازِ ناز	پہنکے ٹوپیاں زریں وہ باندھ کر دستار
کسی کے ہاتھ میں باندھی کوئی لینے تلوار	کوئی تھا گھوڑا کو داتا کوئی تھا فیل سوار
نہ وہ جوان ہے اور نہ کوئی ہو خوشحال	ہے ہیں ہر میں اب کھانے والے ماشِ کنی ال
مردمِ جنتی لوگوں کو رہتی ہو عسرت	کہ اُن کے واسطے حق نے بنائی ہو جنت
عبثت ہو منعموں کو نازِ سطوتِ شوکت	مثالِ سانپ کے پلٹے لی اُن کو یہ دولت
جو اہلِ دین ہیں اُن کے لیے ہو باغِ نسیم	جو مشرکین ہیں اُن کو ملے گی نارِ حجیم
میں دردِ دل کہوں اب کس جگہ افسوس	نہ کوئی یار رہا ہے نہ کوئی اہلِ وطن
شہانہ روزہوں میں مبتلا ہے رنج و محن	مٹا ہو سامنے آنکھوں کے میری یہ کلشن
خدا کرے کہ یہ ہو جائے پھر چمن آباد	مثالِ گل کے ہوں باشندے یاں کے خرم و شاد
ایضاً	
وہ پری چہرہ ہوئے قتلِ میانِ دہلی	موت بھی جن کی ہوئی آفتِ جانِ دہلی
ایسی آباد تھی کیا کیجے بیانِ دہلی	ہو گی جنت بھی نہ آباد بساں دہلی



<p>لامکاں بن گیا ایک ایک مکانِ دہلی          ہو گیا روضہ روضاں پہ گمانِ دہلی          رکھتا ہر سینہ پہ یہ داغِ زیانِ دہلی          ہوئے جاتے ہیں جو معدوم مکانِ دہلی          خالی از حسن نہیں پیر و جوانِ دہلی          دو و آہ جگر سو خنکانِ دہلی          پیتے ہیں خونِ جگر بادہ کشانِ دہلی          تا فلک پہونچ گیا شور و فغانِ دہلی          کہیں ہر پیر کو ہم کیوں نہ جوانِ دہلی          خط پہ کیا خاک لکھوں نام و نشانِ دہلی          رشکِ حورانِ بہشتی ہیں بتانِ دہلی          اشکِ حسرت سے بھری نہرِ وارانِ دہلی          میں مصیبت میں مصیبت نہ دکانِ دہلی          تن بجاں ہیں مگر ہیں نگرانِ دہلی          جن سے زینت تھی کہاں میں جوانِ دہلی          لاکے دکھاتے تھے روضاں کو مکانِ دہلی</p>	<p>بے نشان ہو گیا عالم میں نشانِ دہلی          ملتا دیکھا جو بہت نقشہ یہاں کا ہم نے          نامِ خورشیدِ عشرت میں دکھانے کو فلک          کیا کہیں ملکِ عدم میں پیں گے جا کر          پیر ہیں شکلِ زلیخا مہ کنساں ہیں جواں          ابر بھونے اسے چھا گیا ہر گرد و پاں          غم و غصہ تو سدا کھاتے ہیں عشرتِ کسبب          ہوئیں بے خواب جو چشمانِ ملائک شاید          لوگ جب دہلی کو دینِ خلد بریں نسبت          ہی کہاں کو چہ و بازار و محلہ باقی          ادبِ آموزِ ملائک ہیں یہاں کے جاہل          چشمہ آبِ بقا نام تھا جس کا ابادہ          گھر لٹا مال لٹا جان گئی اب تک بھی          وار ہیں انھیں پس از قتل بھی مقتولوں کی          اب جو دلی ہوئی آباد تو کیا خاک ہوئی          بیسے سرسبز تھے عالم میں فرشتے آکر</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

کیوں نہ مطبوع جہاں یوں کی زباں ہو محسن  
 سب زبانون کی خلاصہ ہو زباں دہلی

## مہدی۔ سید مہدی حسین مرحوم دہلوی

<p>نہ مکس اب وہ ہے اور نہ مکانِ دہلی نام کو بھی نہ ہے پیرو جوانِ دہلی تھا مقدر میں لکھا یونہیں زبانِ دہلی چھانِ حالی ہی ہر ایک میں لے دکانِ دہلی ہاں نظر آتے ہیں کچھ مرثیہ خوانِ دہلی عجب انداز کے تھے ماہِ رخاںِ دہلی دلہ رکھتے ہیں وہ اندوہ گرانِ دہلی چلتے کانتوں پہ ہیں وہ نازکناںِ دہلی ایسے انداز کے تھے کج کلہاںِ دہلی اُس نے دیکھی تھی کبھی غنٹِ شانِ دہلی پہونچی افلاک پہ جب آہ و فغانِ دہلی نالہ کر بیٹھے جو دلسوزِ تگانِ دہلی کیونکہ دلی پہ کیا جائے گمانِ دہلی نہیں ہونے کی میسر یہ زبانِ دہلی</p>	<p>رات دن لب پہ نہو کیونکہ بیانِ دہلی بھٹنِ مقتول ہوئے بعضوں نے پھٹی پانی شکوہ بے فائدہ کرتا ہر کسی کا ہمد نہیں باندا بہت میں خریداریِ دل نہ وہ اربابِ طرب ہیں وہ ہیں اہلِ نشاط غمرہ تھا آفتِ جاں اور قیامتِ قامت گھسے مندل کا لگانا جنھیں تھا در دوسر فرشِ گل پر جو جھکے تھے قدم کتے ہوئے غنٹ پہ غنٹ لگے اگر دیکھتے حضرتِ مسف جھک گیا چرخِ نخل ہوئے قدِ موسیٰ کو ہمیشہ جاتے تھے تھرا گئی نازِ دوزخ خاکِ جل بھجے کے تو ہو جائے گا چرخِ بکیش کچھ عجب نقشہ یہاں کا نظر آتا ہی تھے اور شہروں کو کریں لاکھ تکلف لیکن</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

میں نے رنگِ نئے روپِ جہاں کے مہدی  
کھنڈِ افسوس ہیں اور لالہ رخاںِ دہلی

## ہنرمیر زاپچی مرحوم دہلوی

نر ہے ہم نر ہا نام و نشان دہلی  
ہیں اس شہر پہ اب ہم کو گمان دہلی  
شعلہ و برق و شرارہ ہو زبان دہلی  
ایسی آباد تھی ہر ایک دکان دہلی  
لکھنے بیٹھوں میں اگر رفعت و شان دہلی  
کس طرح قتل ہوئے پیرو جان دہلی  
گو فلک تو نے مٹایا ہو نشان دہلی  
قصر جنت بھی بہتر تھے مکان دہلی  
اب وہ مڑے ہیں جو بستے تھے میان دہلی  
وہ جس حق نے بنائے تھے میان دہلی

تھے ہنرمیر سبب علمت و شان دہلی  
اس کو لازم ہو یا بان عدم سے تشبیہ  
واہ کیا گری گفتار ہو سبحان اللہ  
خلد سے آتے ملائک تھے خریداری کو  
رفعت عرش معلے سے بھی سبقت لے جائے  
آہ اہی پیر فلک دیکھ تری گردش سے  
نام مٹنے کا نہیں حشر تلک ہوئے گا  
ساکن باغ جناں بہتے تھے خشتاق اس کے  
عدم آباد ہو برباد ہوئے سے یہ دیار  
وہیں جنت کی جھین کھکے پڑتی تھیں درود

لوٹ جاتا ہو دل انسان کا دہلی کی طرح

جب ہنرمیر کبھی کرتے ہیں بیان دہلی

## سودا ملک الشعرا مرزا محمد رفیع مرحوم دہلوی

مرزا محمد رفیع دہلوی کے صاحبزادے اور شاہ حاتم کے شاگرد تھے ۱۲۱۱ھ میں ولادت

ہوئی۔ شاہ عالم کی بارگاہ سے ملک الشعرا کا خطاب ملا۔ لکھنؤ پہنچکر نواب آصف الدولہ کے دربار سے

چھ ہزار روپیہ سالانہ کی جائیداد عطا ہوئی۔ نادر شاہ کا حملہ جو مستلزم عین ہوا اس سے قبل کی نظمیں

اور بعد کے انقلاب سے متاثر ہو کر سودا نے غلط فہمی تھی وہ اس مجموعہ میں انقلابات دہلی سے متعلق ہونے کی بنا پر شامل کر دی ہے۔ سودا مرحوم کا انتقال بمبرشر سال ۱۱۹۵ھ میں ۱۷۱۱ء لکھنؤ میں ہوا وہیں دفن ہوئے۔ مطبوعہ کلیات ان سے یادگار ہیں۔ ان کا مشہور شہر آشوب یہ ہے۔

کہا میں آج یہ سودا سے کیوں ہڈا نوا ڈول	پھرے ہو جا کہیں نوکر ہو یکے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے کہ اس کے جواب میں دو بول	اگر کہوں میں تو سمجھے گا تو کہ یہ ہر ٹھٹھول

بتا کہ نوکری بکیتی ہو ڈھیر یوں یا تول
---------------------------------------

سپاہی رکھتے ہیں نوکر امیر و ملت مند	سو آماں کی تو جاگیر سے ہوئی ہر بند
کیا ہر ملک کو مدت سے سرکشوں نے پسند	جو ایک شخص تھا بائیس صوبہ کا خاوند

رہی نہ اس کے تصرف میں فوجداری کول
-----------------------------------

قوی ہیں ملک میں مفسد امیر ہیں ضعیف	ٹکے کہاں جو ہیں بکے ہوں انھوں کر حریف
جو عامل اب ہیں محالاً کتے کیوں ہی ضعیف	انکھے رنج میں حاصل کچھ میان خریف

کہ جس طرح کسی حاکم کے گھر گنوار ہو اول
----------------------------------------

بس ان کا ملک میں کانسق چویں ہوتا ہ	کہ کوہ زر ہو نہ رعیت میں تازی پر کاہ
جگہ وہ کونسی نوکر رکھیں یہ جس پر سپاہ	کہاں سے آویں پیادے کریں چہ پیش نگاہ

کہ دھر سوار جو پیچھے چلیں وہ باندھ کے غول
-------------------------------------------

یہی فقط عربی باجہ پر انھوں کی شان	جو چاہیں اس کو نہ بجوائیں وہ تو کیا امکان
پران کو فکر ہو تحفیف خراج کا ہر آن	رہے گا حال اگر ملک کا یہی قندان

گلے میں تاشہ کہا روں کے پالگی میں ڈھول
----------------------------------------

انہیں ہوا اپنی امارت سے اب یہی منظور	کہ ہوں ڈومور چیل اور ایک کا بنے طنبور
--------------------------------------	---------------------------------------

نہ رسم صلح کی سمجھیں جنگ کے دستور	جو اُن میں قاعدہ واسطے ہوئے وہ ایسے دور
قماش ان کی طبیعت کا ہر طرح سے ٹٹول	
امیر اب جو ہیں انا انھوں کی ہر یہ چال	ہوئے ہن خانہ نشیں دیکھ کر زما نکاحال
بھی ہر سوزنی فوجا کھڑا جھلے ہر و مال	حضور بیٹھے ہیں ڈاک ندیم اہل کمال
دھری ہو رو برو ایک پیکر ان اک تنہا	
جو کوئی ملنے کو اُن کے اُنھوں کے گھرا یا	ملے یہ اُس سے گرا پنا دلغ خوش پایا
جو ذکر سلطنت اس میں وہ درمیاں لایا	اُنھوں نے پھیر کے اودھر سے منہ یہ فرمایا
خدا کے واسطے بھائی کچھ اور باتیں بول	
جو مصلحت کے لیے جمع ہوں صنبر و کبیر	تو ملک و مال کا فکر اس طرح کریں ہر شیر
وطن پہونچنے کی بوجھی ہر بخشی کو تدبیر	کھڑا یہ اٹکے دیوان خاص بیچ و زبیر
کہ شا میاؤں کے بانسوں پہ تقیٰ ہیں خول	
جھل ہو یہ نہ سوائے زمیں بہت بھائی	گئے وہ مشورہ میں کیلیں جو سوا پائی
تمام عمر ہر تدبیر ملک میں کائی	ندان کر اُسٹے مل کر گھرا اینٹ کا مائی
پھر اپنے زعم میں ہر اک برائے خود بہلول	
پڑے جو کام اُنھیں تب کلے کھائی سے	رکھیں وہ فوج جو موتی پھرے لڑائی سے
پیادہ وہ بوڈیں سر منڈاتے نائی سے	سوار گر پڑیں سوتے سین چا پائی سے
کرے جو خواب میں گھوڑا اُنھوں کے نیچے اول سے	
نہ صرف خاص میں آمد نہ خالصہ جاری	سپاہی تا متصدی سبھوں کو بیکاری
اب آگے دفتر تن کی کیا کہوں خواہی	سوالِ دخلی کو پہاڑ کر کے پٹساری

	کسی کو آنولہ دے باندھ کر کسی کو کنول
یہ جتنے نقدی و جاگیر کے تھے منصبدار تلاش کر کے وطنی انھوں نے کی ناچار	مندان بنیوں کے دی قرض میں سرتلوار گھروں سے اب جو نکلتے ہیں لیکے وہ ہتھیار
	بغل کے بیچ تو سوٹا ہوا ہاتھ میں کچھول
کردوں معاش کا حضرت کی تجسے کیا میں بیان کہ توشہ خانہ ہوا ان کا پر آچھ کی دکان	نخل تنور کے منہ سے کہے ہو گا و زبان بکی ہوں تب میں کہ جب کتا تہی خلد مکان
	بکے ہو تیسرے فاقہ میں کوٹیوں کے مول
کہو جو مودی سے جا کہد و آپکے حالات جواب دے وہ کہ ہیں منٹ و فشتہ کی ڈال	ہوا پچھیتی ہی پہلوں کی اوڑھیں پہ برات جو خچر ہیں انھوں نے پیار آب حیات
	مٹھارے کھانے کو دانہ کہو تو دیجے قول
جو اصل میں کسی گھوٹے ہیں تو کیا امکان کہ ہوئے گھانسن کے پتے کا ان کے آگے نشان	کسی کی ٹوٹی ہوئی شکر سی کسو کا جھڑ گیا کان طویلہ اُس کو کہوں یا کہ منج پیر کا ٹھکان
	اسی خیال میں رہتی ہو عقل ڈالواں ڈول
اور اب جو زعم میں آقا کے قیل خانہ ہے جو ہستی اندھی ہے اُس میں تو ہاتھی کا ناہ ہے	نہ ٹھوڑے چائے کا راتب کا فی ٹھکانا ہے ہر ایک بھوک سے سوئے عدم روا ناہ ہے
	اب اُس کو خواہ وہ پائل سمجھے لیں خواہ بجنہول
اگر میں بھوک سے شاگرد پیشہ اب یہ معاش کہیں پلاؤ تو باوجودی و اں پکاویں آتش	اگر میں قناتوں میں رہاں بیٹھے پردہ فاش تلی سے اُن کے منہ کو کھینچ لیں فراش
	اگر کہیں کہ منا اٹھ کے چاندنی کا جھول

یہ ہتھیار بند محافظ کا عہدہ ہے پرنے پٹے پہنچنے والا ہے پیشہ ور کا مشہور شاعر اور خوشنویس

یہ خادمان محل کی ہاندنوں صورت نہ اٹھ کے ہٹنے کی ہرگز نہ رٹنے کی طاقت	نہ خوان دھونے کا کشمیر فی میں باقی ست بہی ہو بھوک سے دربار پوک منہ کی گت
کہ بڑھی ہمتی کے جس طرح بیٹھ جائیں کہول	
چار کھی ہو سلاطینوں نے یہ توبہ دھاڑ کوئی درپنے پہ آئے دے مارتا ہو کو اڑ	کوئی تو گھر سے محل آئے ہیں گریباں بھاڑ کوئی کہے جو ہم ایسے ہی چھاتی کے ہیں ہاڑ
تو چاہیے کہ ہمیں سب کو نہر دیجے گھول	
غرض مال ہو اس گفتگو سے یہ میرا تو کوئی قصد کرے نوکری کا بہتیرا	کہ بے زری نے گھرا میا جب آنکر گھیرا ہمیں ہو فائدہ کچھ تا وہ چھوڑ کر ڈیرا
کرے نہ عزم سوئے اصفہان و ستنبول	
جو نوکری ہو کہیں زیر چرخ نیلی فام وہا کا جیسے ہو دار الخلافہ میں ہنگام	سو جائدا کا اس کی ہو پرگنہ نیلام گھروں کی ضبطی کا حکم اس قدر ہو ایام
ادھر کسی کا دکھا سر ادھر سے دوڑی قول	
سو کیا وہ نوکری ملتی ہو جس میں اوقات جو چاہیں تن ٹھپے اس میں آگے پیچھے پات	لے ہو پیٹ کوڑی سو رو رو ادھی بات ادھر اس پہ یہ کہ ہر روز بٹھرے موجودات
جو پاؤں باندھے ہتھیار اور چھٹی ہستول	
وہ نوکراں جسے آقا ہر آن بچانے کہے ہو آہ وہ بھر کر سوائے اٹھ آنے	جو چھو اس سے کہ تم کچھ رو پونگے پانے روپیہ کی شکل تو دیکھی نہیں خدا جانے
کہ اس زمانہ میں چٹا بنے ہو یا گول	
غرض کہ جب کہیں ملتا ہو پاؤ بھر بھی چون	کرے وہ نوکری جس کو کہ ہوئے ضبط و جنون

یہ سمجھو کہ نہیں جب سے چہ گری کے فزون	نئے تو سیکھ کے یوں باندھنے لگے مضمون
زمانہ دیکھ کے ہتھیار ہم نے ڈالے کھول	
سخن جو شہر کے دیر نے سے کروا آغاز	تو اس کو سن کے کریں ہوش چند کے پرواز
انہیں وہ گھر نہ جس میں مثال کی آواز	کوئی جو شام کو مسجد میں جاتے بہر نماز
تو وہاں چراغ نہیں ہو بجز چراغِ غول	
کسی کے یاں نہ ہا آسائے تا یہ اُجاغ	ہزار گھر میں کہیں ایک گھر ملے ہو چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر دو گھروں کے غم سے تراغ	اور اُن مکاؤں میں ہر سمت ٹنگتے ہیں لاغ
جہاں بہار میں سننے تھے بیٹھ کر ہنڈول	
خواب ہیں وہ عمارات کیا کہوں تجھ پاس	کہ جس کے دیکھے سے جانی تھی بھوکا پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل نے زندگی سے اُداس	بجائے گل چمنوں میں لکڑی گھاس
ابیں ستون پڑا ہو	ابیں پڑے مرغول
یہ باغ کھا گئی کس کی نظر نہیں معلوم	نبائے کس نے رکھا یہاں قدم وہ کوئی تھا شوم
جہاں تھے سرو و صنوبر وہاں لگے ہزار قوم	جی ہو تراغ و زغن سے اب اُس چمن میں صوم
گلوں کے ساتھ جہاں بلبلیں کریں تھیں کلول	
رکھیں تھے سیر یہ پھنگٹے گرد کے دیہات	کہ لب جہاں کی تھے پہنار یوں اک آبِ حیات
اور اُن رختوں کی دھجھائیں اور گھٹنے سے بات	نہ وہ درخت ہیں اب اُن نہ آدمی کی ذات
کوئیں میں مڑے پڑے ہیں نہ رہبان ہو تودول	
جہاں آباد تو کب اس سقم کے قابل تھا	مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر و دل تھا
کہ یوں اٹھا دیا گو یا کہ نالیشِ باطل تھا	عجب طے کا یہ بحر جہاں میں ساحل تھا



کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول	
پڑے ہیں کھنڈوں میں مینہ خانہ کے مانوس گھروں سے یوں نچا کے گل گئے ناموس	دیا بھی واں نہیں دشمن تھے جس جگہ فانوس کرور دل پُر از امید ہو گئے مایوس
ملی نہ ڈولی اُنھیں جو تھے صاحب چڑ دول	
وہ برقع سر پہ ہی جس کا قدم نکلتا طول اور اُن کے حسن طلب کا ہر ایک سے چھول	بخیتا دیوں کا اندنوں ہی یہ معمول ہی ایک گود میں لڑکا گلاب کا سا پھول
کہ خاک پاک کی تسبیح ہی جو یلجیے مول	
دیا کچھ اُس نے بمقدور کر کے نذر امام دروغ و رست کا لایا وہ درمیان کلام	اگر محب ہوا وہ مستع تو سُن یہ نام پڑا جو شامت طالع سے خابجی سے کام
یہ آگے اور چلیں کہہ کے نہ یر لب لا حول	
کڑوڑ مرتبہ خاطر میں گنہے ہی یہ لہر تو بیٹھ کر کہیں یہ رویے کہ مردم شہر	غرض میں کیا کہوں یارو کہ دیکھ کر یہ تھر جٹاک بھی امن دل اپنے کو دیوے گروشن ہر
گھروں سے پانی کو باہر کریں جھکول جھکول	
وہ دل نہیں ہی کہ اس غم سے جو کباب نہیں سوائے اس کے تری بات کا جواب نہیں	بس اب خموش ہو سودا کُٹے تانہیں کسی کی چشم نہ ہوگی کہ وہ پر آب نہیں
کہ یہ زمانہ ہی اک طرح کا زیادہ نہ بول	
ایضاً	
و دعویٰ نہ کرے یہ کہ میسے منہ میں نہاں ہی اللہ سے اللہ سے کیا نظم بیاں ہی	اب سامنے نیسے جو کوئی پیرو جاں ہی میں حضرت سودا کو سنا بولتے یارو

اتنا میں کیا عرض کہ فرمائیے حضرت  
سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا  
کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانہ میں کئی شکل  
گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسوی  
گذرے ہو سدا یوں علف دانہ کی خاطر  
ثابت ہو جو گلا تو نہیں نہوں میں کچھ حال  
کہتا ہوں فرغہ کو صراف سے جا کر  
یہ سن کے دیا کچھ تو ہوئی عید و گر نہ  
اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس مہینے  
لیتے ہیں بایں روپیہ وہ تو دو ماہہ  
قاصی کی جو مسجد ہو گدھا باندھکے اُس میں  
ملا جو اڈاں دیوے تو منہ مونہ کے اس کا  
بولا جو خطیب اس میں تو ماری ہے اک ہول  
رینے ہو گدھا اٹھ پہر گھر میں خدا کے  
اور وہ ہیں جو کمزور و ہاں آن کے تھیں  
اٹھ اٹھ کے دکھاتے ہیں عین حال نہ اپنا  
یوں بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پا لگی آگے  
کوئی سر پہ کیے خاک کوئی چاک گریباں  
ہندو مسلمان کو پھر اس پا لگی او پر

آرم سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یاں ہو  
اس امر میں قاصر تو فرشتوں کی یاں ہو  
ہو جو جہ معاش اپنی سو جس کا یہ بیاں ہو  
تخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہو  
شمشیر جو گھر میں تو سپرینے کے ہاں ہو  
تیروں میں ہو پر گری تو بے چلہ کہاں ہو  
بی بی نے تو کچھ کھایا ہوا فاقہ سے میاں ہو  
ثوال بھی پھر ماہ مبارک مضاں ہو  
تخواہ کا پھر پینا اس شکل سے یاں ہو  
ٹاکٹ ہوش دھڑکے کی جھینٹا بے ثواب ہو  
بیٹھا ہوا اس شکل سے ہر پیرو جواں ہو  
کہتے ہیں کہ خاموش مسلمان کہاں ہو  
باتھ آگیا واعظ تو تھپیڑا وہاں ہو  
نے ذکر نہ صلوة نہ سیدہ نہ اڈاں ہو  
ریتی کے جو آگے کی وہ ہر ایک کاں ہو  
در بارہ اس عہد میں جو خورد و کلاں ہو  
اس دھج سے رسالہ کا رسالہ ہی اں ہو  
کوئی روئے ہو منہ سپٹ کئی لغو زباں ہو  
ابھی کا تو تہم ہو جنازے کا گماں ہو

یہ سخرہ کی دیکھ کے جا صاحب ارہتی  
 گر ہو جے جا کر کسی عمدہ کے مصاحب  
 وہ جا کے چوراہوں کو تو بیٹھے ہیں ورنہ  
 بے وقت غورش اس کے جو اپنے تئیں جمع  
 گھڑیاں کی چپٹے ہوئے گنتے ہیں گھڑیاں  
 خمیازہ پہ خمیازہ ہو اور چرت اور پیرت  
 میڈ پہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر  
 صحبت ہو یہ اس سے اگر آقا کے سر بھینک  
 دیتے ہیں منگاتیر و کہاں ہاتھ میں اس کے  
 اور ماحضر اور پر جو وہ نواب کو دیکھے  
 مطبوخ میں ہو خرپڑہ اور خرپڑہ پر دودھ  
 یہ بھی تو نہیں ہو کہ اسی سے ہو تسلی  
 اس میں ہو کہین داٹھا پیٹ میں اس کے  
 رکھتے ہیں غرض مرگ لٹنے کو سپاہی  
 سوداگری کیجے تو ہو اس میں یہ مشقت  
 ہر صبح یہ خطرہ ہو کہ طے کیجئے منزل  
 لے جا جو کسی عمدہ کی سرکار میں دے جنس  
 قیمت جو چکاتے ہیں ہو اس طرح کہ ثالث  
 جب مول مستخص ہو امر صنی کے موافق

کرتے ہیں جو ان عرض فوئے ناو نہ ہاں ہو  
 اس کی تو اذیت تباہی ہی آفت جاں ہو  
 کیسا ہی اگر اپنے شیں خواب گراں ہو  
 سو کیا کہوں تجھ سے کہ مصیبت بیاں ہو  
 اور یچ خلا و دن میں جوں سپ دواں ہو  
 مونہہ صورت سو فار کمر کشل کہاں ہو  
 سودو رو رو پیہ کا ہو کسی عمدہ کے ہاں ہو  
 آوے۔ تو وہ اس کو بخشوت نگراں ہو  
 ٹھنڈی ہو آنے کا اگر اس وقت گیاں ہو  
 کھانا تو یہ کھاتے ہیں اس کو خفقاں ہو  
 ہو دودھ پہ چھلی تس اور گار و زباں ہو  
 اس سب پہ قصن کے لئے بیسی نان ہو  
 پھر بوعلی سینا ہو تو وہ اچھا ہاں ہو  
 گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی کہاں ہو  
 دکھن میں بکے وہ جو خرید صفہاں ہو  
 ہر شام بدل دوسرے سود و زیاں ہو  
 یہ درد جو سنیئے تو عجب طرفہ بیاں ہو  
 سمجھے ہو فروشنده پہ دزدی کا گماں ہو  
 پھر پیسوں کا جاگیر کے عال پہ نشان ہو

کہتا ہوں وہ پیسا بھی مجھ پاس کہاں ہو  
 دیوان ہوتا ہے یہ کہتے ہیں گڑاں ہو  
 ہر اک تصدی سے میاں اور تیاں ہو  
 جو بالکی نکلے ہو تو فریاد و فغاں ہو  
 اور مینہ بھی موافق ہی پڑے پھر تو ماں ہو  
 نے امن ہو دل کہتیں ذبی کو اماں ہو  
 اس کا تو بیاں کیا کروں تجھ سے کہ عیاں ہو  
 پوچھے ہو اجی مرد ہے جی نواب کہاں ہو  
 ہر کوچہ میں جوں آب چکا بودہ وداں ہو  
 مانند کہنیا کے جہاں دیکھو تہاں ہو  
 پیل کے پتوں کی طرح منیں نہاں ہو  
 لٹا وے موکل کو یہ کیا خوب کہاں ہو  
 اور زر کے اجائے کی بھی کہ دوین کہاں ہو  
 گھر جا کے پکارا جو کوئی لالہ کہاں ہو  
 آپ ہی کہا گھر میں بیکشن چند کے پیاں ہو  
 اسناد کا جاگیر کی یہ اس سے بیاں ہو  
 پروانہ میں تم پر ہوں تصدق می طیاں ہو  
 کیدھر کا وہ پروانہ وہ جاگیر کہاں ہو  
 سب حاصل ان باتوں کا ایک چھڑاں ہو

پروانہ لکھا کر گئے عامل کئے جس وقت  
 او دھرتے پھر آئے تو کہا جنس بھی لیجا  
 ہنر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہیں وہ جنس  
 ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعہ کے آگے  
 وکیل کی جا کر جو کہیں کیجیے کھیتی  
 ہیں خشکی و غرق کے فکر میں شب و روز  
 گر خان و خواہن کی لئے کوئی نکالت  
 ہر عہد کے دروازہ پہ زین پوش پہ بیٹھا  
 ہر گھر میں وہ چاہے کہ میں لہ سا چھوٹوں  
 دیوان کے بخشی کے بیوات کے حاضر  
 ہر بات پلٹا ہی ہے صبح سے تا شام  
 لاوے جو کھری سے وہ داموں کا سیاہ  
 سواہی پہ بیٹھی ہو لے پانسو ہر خرچ  
 بتا دے غرض پیے اڑا کر ہوا و پوش  
 جس وقت سنا یہ وہیں آواز بدل کر  
 پھر ہو جو موکل سے کہیں اہ میں بھینا  
 غرضی پہ ہوا نیم سیاہ پہ ہوا، نیم  
 کاہے کی غرض غرضی ہو کاہے کا سیاہ  
 انصاف کیجئے تو نہیں اس کی بھی تقصیر

لہ آجک تہ غرضی پر کم گئی ہیں منہ ہوئی اور ج سے سیاہ جلدی ہو گیا

شاعر جو سُنے جاتے ہیں سستی احوال  
مشتاقِ ملاقات اُنھوں کا کس و نا کس  
گر عید کا مسجد میں پڑھیں جا کے دو گانا  
تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر نہ کر  
اسقاطِ حمل ہو تو کہیں مرثیہ ایسا  
مُلائی اگر کیجئے تو ملّا کی ہر یہ قدر  
اور ماہِ حُضرِ اخوند کا اب کیا میں بتاؤں  
دن کو تو وہ بیچارہ پڑھا یا کرے لڑکے  
تسیرِ پستم ہر کہ نہالی تلے اُس کی  
بھلے یہ عمل کر جو وہ شیطان کا لشکر  
اب کیجئے انصاف کہ جس کی ہو یہ اوقات  
جس روزے کا تب کا کھانا حال میں تب سے  
وہ بیت ٹلے بیکڑا لکھنے کو ہر محتاج  
یہ بھی میں تکلف ہی سے کہتا ہوں و گرنہ  
لے لیا ہو جو موتی کا زمانے میں نئے سر  
ہدیہ ہو سو پانچ ٹکے گزری میں آکر  
دھڑی کو کتابت لکھیں دھیلے کو قبالہ  
چاہئے جو کوئی شیخ بنے بہرِ فرغت  
دیا ہو دُور خر سے کوئی شلہ کو نسبت

دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو تو یاں ہو  
لنا اُنھیں اُس سے جو فلاں ابنِ فلاں ہو  
نیت قطعِ تہنیت خانِ زماں ہو  
گر رحم میں بیگم کے نے نطفہ خاں ہو  
پھر کوئی پوچھے کیاں مسکین کہاں ہو  
ہوں دُور دپیہ اُس کے جو کوئی ثنویں ہو  
کیاں کا سہ دالِ عدن جو کی دنیاں ہو  
سب خچ لکھے گھر کا اگر ہندسہ واں ہو  
لڑکوں کی سترائے سماخار نہاں ہو  
دیوالی کو لے ہاتھ تقاب میں واں ہو  
آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہاں ہو  
ہر صفحہ کا غزپہ قلم اشکِ فشاں ہو  
خوبی میں خط اب جس کا بہ از خطِ بتاں ہو  
آفاق میں ان چیزوں کی اُبت رکھاں ہو  
خطاط کی اتنی بھی لہری قد کہاں ہو  
یا قوتِ پُچارے جو بکاؤ یہ قراں ہو  
بیٹھے ہوئے داں میر علی چوکِ جہاں ہو  
چھٹتے ہی تو شہر اکا وہ مطعونِ زماں ہو  
گنبد سے کوئی پگڑی کو قشبیہ کناں ہو

اور اُس کو جو دیکھے کوئی وہ ہر معیشت  
 پوچھے ہر مریدوں سے یہ صبح کو اٹھ کر  
 تحقیق ہوا عرس تو کوڑا رہی کو کس گھی  
 ڈھولک جو لگی بجنے تو وہاں کب ہوا جد  
 گناں سے پڑتا ہر قدم تو سبھی ہنس ہنس  
 اور حاصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھو  
 سب پیشوں کو تجار جو کوئی ہو متوکل  
 اور بیٹے کے دل کو ہر خرافات کا تیقن  
 جب دیکھا کہ اب لڑکے لگے بھڑکتے مرنے  
 جب اہ خدا پیسے نکالے کوئی نواب  
 مضمون ہر ہی رقمہ کا کچھ دیکھیے اس کو  
 بالفرض اگر آپ تھے ہفت ہزاری  
 تک دیکھ لے منصور علی خان کا احوال  
 اہم سے کتنے کا سنا تو نے کچھ احوال  
 دنیا میں تو آسودگی رکھتی ہو فقط نام  
 سواں پتھن کسی کے دل کو نہیں ہو

اس فکر و تردد ہی میں ہر ایک نماں ہو  
 ہر آج کدھر عرس کی شب و ز کہاں ہو  
 لے خیل مریدان گئے وہ نرم جہاں ہو  
 کوئی کو دے کوئی رو دے کوئی نعرہ ناں ہو  
 کہتے ہیں کوئی حال ہر یاقص زناں ہو  
 ڈالا ہوا اس دال خود قلیہ و ناں ہو  
 چورہ تو یہ سمجھے ہر نکستہ یہ مہیاں ہو  
 بیٹی کو جنوں ہونے کا بابا کے گماں ہو  
 ہر خان و خوانیں کے ہمراہ دواں ہو  
 تب ان کی سفارش میں لستے رقمہ خاں ہو  
 ملاح اماموں کا ہر اور مرثیہ خواں ہو  
 یہ شکل بھی ہمت بھجیو تو راحت جاں ہو  
 چھائی پہ کرکٹ بجلی ہر اور شیر و ناں ہو  
 جمیعتِ خاطر کسی صورت سے کہاں ہو  
 عقبی میں یہ کہتا ہر کوئی اس کا نشان ہو  
 یہ بات بھی گویندہ ہی کا محض گماں ہو

ایک چھاپا ہر دہلی کے بازار میں

یاں فکر معیشت ہو وہاں دغ و حشر  
 آسودگی حریفست یہاں ہو نہ وہاں ہو

ایضاً

<p>بارغ وہلی میں جو اکسا وز ہوا میرا گزر          نخل پت جھڑ پئے اور سوکھی پڑی ہیں بٹیس          مسکراتا تھا جہاں غنچہ و گل ہنسنا تھا          جس جگہ جلوہ نما رہتے تھے سرو و شمشاد          دیکھتا کیا ہوں مگر سوکھی سی اک شاخ اد پر          ہر دم سرو و بعد حسرت و صد سوزِ جگر</p>	<p>نہ وہ گل ہی نظر آیا نہ وہ گلشن بہار          خاکِ ثانی ہیں ہر اک طرف پائیں رخِ خار          اشکِ بہیم کے بھی قطرہ کے نہیں واں آثار          مشت پر قمری کے اس جانپرائے یک بار          عندِ سب ایک ہوئے بال پر دول افکار          دیکھ کر سوئے چمن کہتی ہو بانا زار</p>
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

حیف در چشمِ نون صحبتِ یار آخر شد  
 روئے گل سیرندیدیم بہار آخر شد

تمام شد

# صحت نامہ اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۷	جائے افسوس	جائے افسوس
۵	۱	کہوں حال	کہوں حال
"	۱۱	یاد خزاں	یاد خزاں
"	۱۵	خور فلک	خور فلک
۶	۳	سچ تو بتا	سچ تو بتا
"	۱۲	ہنوا	نہ ہوا
۱۱	۱	نہ نشان	نہ شان
۱۳	۲	نہ چھوڑے	نہ چھوڑے
۲۱	۱۴	نہ مٹاٹا	نہ مٹانا
۲۳	۱۱	کانوں پہ	کانوں پہ
۲۵	۱۴	اٹھاس	اٹھائیں
۲۶	۱۸	کہ ہیں	چھوئیں جو
۲۸	۱۲	الگ ہی	ایک ہی
۳۴	۱	بے پہلے (ایضاً) نہیں لکھا ہو	(ایضاً) ہونا چاہیے
۳۴	۱۳	صفہان دہلی	صفہان دہلی



صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰	۹	بیان دہلی	میان دہلی
"	۱۷	صغیر	صغیر مرحوم
۵۶	۵	ظہور الدین	ظہیر الدین
۶۱	۹	ازوال	زوال
۶۶	۱۰	نازمیناں	نازمیناں
۷۲	۷	عز و وقار	عز و وقار
۸۱	۴	روز و شب	روز و شب
۸۱	۱۳	فرشتوں	فرشتوں
۸۱	۱۳	چاندنی چوک	چاندنی چوک
۸۵	۸	" "	کوکب مرحوم جناب تفضل حسین شاگرد غالب مرحوم
			دہلوی
۱۰۱	۶	عشوہ ناز	عشوہ و ناز
۱۰۲	۱۸	دہلی	دہلی
"	"	رندیاں	رندیاں
۱۱۶	۵	رودن	رودوں



آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار  
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی  
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۱۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے  
 ۲۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے  
 ۳۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے  
 ۴۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے  
 ۵۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے  
 ۶۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے  
 ۷۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے  
 ۸۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے  
 ۹۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے  
 ۱۰۔ چارہ نہ دے کہ چارہ نہ دے



